خطبات خواجہ شمس الدین عظیمی

ACD 58

Track - 1

124:00

''زندگی کی حقیقت''

اعوذ باللہ.........

بسم اللہ ....

لو ھذا لقرآن ....(تلاوت کلام الٰہی)

بسم اللہ ...

(تلاوت سورۃ القدر)

الحمد للہ رب العالمین ......

اللہ تعالیٰ کا شکر اور فضل ہے۔ رمضان المبارک کی سعادتیں ہمیں حاصل ہوئیں۔رمضان المبارک کے پیچھے جو مقصد ہے۔ ۔ رمضان المبارک کی برکتوں اور سعادتوں کو حاصل کرنے کا جو پروگرام ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ہمیں عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔یہ بھی اللہ تعالیٰ کا بڑا انعام اور شکر ہے۔۔مادی علوم اور باطنی علوم کے حوالے سے جب بھی بات کی جاتی ہے۔۔اور سلسلہ عالیہ عظیمیہ کے پلیٹ فارم سے جب بھی علوم اور نالج کا تذکرہ ہوتا ہے۔ تو اس کے پیچھے ایک ہی مقصد کرفرما ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ انسان کے اوپر یہ بات واضح ہوجائے کہ وہ اس دنیا میں کیوں بھیجا گیا۔ اس کی پیدائش کا کیا مقصد ہے۔ ۔ اس کو زندگی گزارنے میں کن آداب کا کن قواعد و ضوابط کا خیال رکھنا ہے۔۔ یہ بھی بات ذہن نشین کرائی جاتی ہے۔ کہ یہ دنیا عارضی دنیا ہے۔۔ اس کی حیثیت ایک مسافر خانے کی ہے۔۔مسافر خانہ فائیو اسٹار ہوٹل بھی ہوسکتا ہے۔۔مسافر خانہ اس کی جھونپڑی بھی ہوسکتی ہے۔۔مسافر خانے کی حیثیت کسی ہوٹل اور موٹل کی بھی ہوسکتی ہے۔۔مقصد زندگی کا اس کے علاوہ کوئی نظر نہیں آتا کہ وہ ایک مسافرت ہے۔ اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔۔ اس مسافر خانے میں آنے کے لئے بھی نہ کسی مرضی کو دخل ہے۔ ہماری اپنی کوئی مرضی کی اس میں دخل نہیں ہے۔۔اس مسافر خانے میں رہنے کے لئے حالات و وسائل کے لئے بھی ہم کوئی پھر یہ کہ باختیار نہیں ہیں۔کوشش اور جدوجہد کرسکتے ہیں اس چیز کی۔ مسافر خانے میں آپ دل لگائیں تب نہ دل لگائیں تب بہرحال مسافر خانے سے جانا ہے۔۔پہلے کہ انسان میں آپ دیکھیں جو بھی پیدا ہوا وہ یہاں کچھ عرصہ رہا اور اس کے بعد مجبوراً یہاں سے جانا پڑا۔یہ کوئی آدمی یہاں سے جانا نہیں

چاہتامرنا نہیں چاہتا لیکن یہاں کوئی آدمی زندہ نہیں رہتا۔دادا نہیں رہے۔ نانا
نہیں رہے۔ باپ نہیں رہے۔ ماں نہیں رہی۔اب جب ہم ماں باپ یا دادا بنیں گے
تو ہم بھی نہیں رہیں گے۔ایک مسلسل ایک سلسلہ ہے۔اب یہ جو آپ کہ ہم
پیدا ہوئے اس میں ہماری اپنی کوئی ذاتی رائے کو دخل نہیں ہے۔ میں ہمارا
کوئی عمل دخل نہیں ہے۔ جو چیزیں ہمیں توانائی بخشتی ہیں اس میں ہمارا
کوئی عمل دخل نہیں ہے۔اور پھر جب ہم اس میں دل لگا بیٹھتے ہیں ساری زندگی
جدوجہد سے محنت سے مشقت سے ہم گھر بناتے ہیں۔ شادی کرتے ہیں۔بچے
ہوتے ہیں۔ بچوں میں دل لگا بیٹھتے ہیں۔ بیوی میں دل لگاتے ہیں۔ شوہر میں
دل لگالیتے ہیں۔لیکن بالآخر ہماری یہ دل لگی جو ہے مستقل نہیں ہوتی۔ہمیں
یہاں سے سب کچھ چھوڑ کر جانا پڑتا ہے۔اور یہ ایسی حقیقت ہے کہ اس کو آپ
عقل سے دانشمندی سے ، حکمت سے کسی بھی طرح ثابت نہیں کرسکتے کہ
صاحب ہمیں نہیں مرنا۔ہمیں اس دنیا میں ہی رہنا ہے دنیا سے جانا نہیں ہے۔
تو اب یہ ہماری زندگی پیدائش پر ہمیں کوئی اختیار نہیں ہوا۔جوان ہونے پہ
ہمیں کوئی اختیار نہیں ہے۔ بوڑھا ہونے پہ ہمیں کوئی اختیار نہیں ہے۔زندہ
رہنے پر ہمیں کوئی اختیار نہیں ہے۔تو پھر اس دنیا کو ہم مسافر خانے کے علاوہ
دوسرا کوئی نام نہیں دے سکتے۔حضرت ابراہیم ادھم کا بڑا مشہور واقعہ آپ نے
پڑھا ہوگا کہ دربار میں وہ بیٹھے ہوئے تھے ایک صاحب ننگے پیر ننگے سر لمباسا
چوغہ پہنا ہوا گرد و غبار میں پیر اٹے ہوئے ہاتھ میں عصادربار میں عجیب شان
بے نیازی سے داخل ہوئے ۔ رعب اور دبدبے کا یہ عالم کہ وہاں جو سپاہی تھے
چوکیدار تھے سکیورٹی کا جو عملہ تھااس کو اتنی جرات بھی نہیں ہوئی کہ وہ
روک سکے۔وہ صاحب بادشاہ کے سامنے تخت کے سامنے جاکر کھڑے ہوگئے۔سلام
کیا۔بادشاہ نے وعلیکم السلام کہا۔بادشاہ نے پوچھا آپ یہاں کس مقصد کے لئے
آئے ہیں۔ انہوں نے کہا جی میں ایک مسافر ہوںمجھے جگہ چاہئیے۔بادشاہ نے کہا
کہ شہر میں بہت مسافر خانے ہیںآپ وہاں جا کر رہیں۔تو انہوں نے کہا نہیں یہ
بھی تو مسافر خانہ ہے۔بادشاہ نے کہا نہیں یہ مسافر خانہ نہیں ہے یہ دربار
ہے۔شاہی دربار ہے ۔مسافر خانہ نہیں یہاں دربار ہوتا ہے۔ عدل و انصاف ہوتا
ہے۔مقدمات سنے جاتے ہیں۔ملکی سلسلے میں یہاں پالیسیاں بنتی ہیں۔ملک کے
مفاد میں یہاں فیصلے ہوتے ہیں۔وغیرہ وغیرہ۔اس بندے نے سوال کیا کہ آپ سے
پہلے اس تخت پر کون بیٹھتا تھا؟ حضرت ابراہیم ادھم نے کہا مجھ سے پہلے اس
تخت پر میرے والد براجمان تھے۔انہوں نے کہا آپ کے باپ سے پہلے اس تخت پر
کون براجمان تھا؟ انہوں نے کہا میرے دادا تھے۔ انہوں نے کہا صاحب اس سے
پہلے یہاں کون بیٹھتا تھا؟ انہوں نے کہا میرے دادا نے جس سے یہ سلطنت حاصل
کی وہ بیٹھتے تھے۔تو ان صاحب نے کہاتو اور مسافر خانہ کیا ہوتا ہے؟ آپ سے
پہلے آپ کے باپ بیٹھتے تھے۔ باپ سے پہلے دادا بیٹھتے تھے۔ دادا سے پہلے کوئی اور
اس تخت پر بیٹھتا تھااس دربار میں یہی مسافر خانہ اور مسافر خانہ کس کو
کہتے ہیں؟ اور یہ کہہ کروہ صاحب دربار سے باہر چلے گئے۔حضرت ابراہیم

ادھم کے دل میں یہ بات لگ گئی۔فقیر نے بات صحیح کہی ہے۔یہ تو مسافر خانہ
ہے۔میرا باپ گیا تو میں بیٹھ گیا۔ میں چلا جاؤں گا تو میرا بیٹا بیٹھے گا میرا بیٹا
مرے گا تو اس کا بیٹا بیٹھ جائے گا اگر سلطنت باقی رہی تب۔یہ سوچتے رہے
سوچتے رہے سوچتے رہے۔بالآخر انہوں نے یہ فیصلہ کیاکہ دربار چھوڑ دینا
چاہئیے۔آزاد ہوجانا چاہئیے۔ جب اللہ کی ساری زمین ہی مسافر خانہ ہے تو
دربارمیں قید ہوکر کیوں رہا جائے؟ اور انہوں نے اپنا جو منصب تھاشاہی عہدہ
تھابادشاہت تھی وہ وزیر اعظم کے سپرد کی کہ یہ جی میرا بیٹا ہے جب یہ بڑا
ہوگا تو سنبھال لے گا۔ انہوں نے حضرت ابراہیم ادھم نے ایک تکیہ اٹھایا۔ ایک
مصلّی اٹھایا۔ نیک بندے تھے نمازی پرہیزگارے اور ایک پینے کے لئے پیالہ رکھا اور
محل سے نکل گئے۔چلے جارہے تھے چلے جارہے تھے کہ انہون نے یہ دیکھاکہ ایک
آدمی زمین پر نماز پڑھ رہا ہے پاک صاف زمین ہے تو خیال آیا کہ یہ خواہ مخواہ
مصلّے کا بوجھ اٹھائے پھر رہا ہوں۔ نماز تو ایسے بھی پڑھی جاسکتی ہے۔پاک
صاف زمین پہ پڑھی جاسکتی ہے۔ تو مصلّی پھینک دیا۔پھر اور آگے گئے تو دیکھا
ایک صاحب درخت کے سائے میں سو رہے ہیںاور ہاتھ کا انہوں نے تکیہ بنایا ہوا
ہے ۔اسے کھڑے ہوکر دیکھتے رہے کہا کہ تکیے کی تو ضرورت نہیں ہے تکیہ تو
ہاتھ کا بھی بن سکتا ہے تکیہ بھی پھینک دیا۔ اور آگے بڑھے یہ دیکھا کہ ایک
صاحب دریا میں سے ہاتھ سے چلو بھر بھر کے پانی پی رہے تھے انہوننے کہا لاحول
ولا قوۃ یہ خواہ مخواہ کا بوجھ وہ پیالہ بھی پھینک دیا۔اس کے بعد وہ جنگل میں
رہے۔ عبادت ریاضت کی ۔ زمانہ اچھا تھا۔ جب بچہ بڑا ہوا جوان ہوا تو وزیر نے
اس کو بادشاہت کے تخت پر بٹھا دیا۔بیٹے کو باپ کی تلاش ہوئی بھئی تلاش تو
کرو آخر کہاں گئے۔جہاں بھی کہیں ہوں گے زمین ہی پر تو ہوں گے۔تو انعام
رکھ دیا۔بہت بڑا انعام کہ جو ہمارے باپ کو تلاش کرکے آئے گا اس کو اتنا انعام
ملے گا۔ایک صاحب نے انہیں تلاش کرلیا۔اور یہ بتایا کہ فلانفلانجگہ دریا کے کنارے
ایک جھونپڑی ہے اس میں وہ رہتے ہیں۔بڑی خوشی ہوئی۔ شادیانے بج گئے۔
مٹھائیاں انعامات تقسیم ہوئے۔اور بیٹا باپ کی تلاش میں محل سے نکلااور
جھونپڑی میں پہنچ گیا۔سلام کیا ۔ بیٹے کو دیکھ کر بڑے خوش ہوئے۔اور فرمایا کہ
بھئی میں نے اللہ سے دعا کی تھی جوانی میں بیٹے کو دیکھنا چاہتے ہیںیا اللہ
مجھے اس کی جوانی دکھا دے۔اللہ نے میری دعا قبول کرلی اور تمہیں بھیج دیا۔
سینے سے لگایا۔پیار کیا۔پاس بٹھایا۔نصیحتیں کیں۔ اور کہا اب تم جاؤ۔جس ٹائم
بیٹا باپ کے سامنے حاضر ہوا اس وقت وہ اپنی گدڑی سی رہے تھے۔پھٹ گئی
تھی گدڑی سی رہے تھے۔بیٹے نے کہا ابا آپ نے اتنی بڑی بادشاہت چھوڑدی یہاں
آپ جھونپڑی میں بے سروسامانی کے عالم میں پڑے ہوئے ہیںوہاں اتنی کنیزیں
تھیں۔ اتنے غلام تھے۔ اتنے ملازم تھے۔ آپ کو آرام و آسائش کا ہر سامان اللہ نے
مہیا کیا ہوا تھااور یہاں جھونپڑی میں آپ تنہاپڑے ہوئے ہیںاور یہ کیا چلیں
واپس۔انہوں نے کہا نہیں بس اتنی ہی خواہش تھی کہ ہم تمہیں جوانی میں
دیکھ لیںاللہ نے ہماری وہ خواہش پوری کردی۔اب تم جاؤ واپس جاؤ۔بیٹے کو جو

ایک باپ نصیحت کرسکتا ہے کہ اچھے طرح رہنا ۔ رعایا کو تکلیف نہ دینا۔ان کے
آرام و آسائش کا خیال رکھنا۔جوانی میں ذرا آدمی جوش بھی زیادہ ہوتا ہے۔اس
نے باپ کے ہاتھ سے سوئی لے کر دریا کے کنارے جھونپڑی تھی وہ سوئی دریا میں
پھینک دی۔ کیا آپ اتنی بڑی بادشاہت چھوڑ کر گدڑی سی نے بیٹھ گئے۔چلے یہاں
سے۔حضرت ابراہیم ادھم کو بیٹے کی یہ جرات بری لگی۔ناگوار گزری۔اور کچھ
جلال کی سی کیفیت پیدا ہوگئی۔انہوں نے فرمایابیٹے بادشاہت دیکھنا چاہتا ہے؟
اور دریا کی طرف مخاطب ہوکر کہا کہ بھئی مچھلیوں میرے پاس ایک ہی سوئی
ہے اگر یہ ضائع ہوگئی تو مجھے تکلیف ہوجائے گی میں گدڑیاں سیتا رہتا ہوں
پھٹتی رہتی ہیں۔ یہ آواز دریا نے بھی سن لی۔ یہ آواز مچھلیوں نے بھی سن لی۔
ابھی اسی ذکر میں آپ حضرت عمر کا واقعہ بھی آپ سنتے جائیں کہ دریائے نیل
میں ہر سال طغیانی آتی تھی۔اور جب تک اسے ایک آدمی کی بھینٹ نہ دی جاتی
تھی وہ طغیانی ختم نہیں ہوتی تھی۔حضرت عمر کے پاس یہ شکایت آئی کہ
صاحب یہ تو ہر سال کا ایک مسئلہ کھڑا ہوگیا۔ حضرت عمر نے ایک خط لکھا...
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یہ عمر کی طرف سے دریائے نیل کے نام ہے۔اگر تو خدا
کی مرضی سے بہہ رہا ہے تو یہ بھینٹ وینٹ کا جو چکر ہے اس کو خدا پسند
نہیں کرتا۔اور اگر تو اپنی مرضی سے بہہ رہا ہے تو عمر کا کوڑا تیرے لئے کافی
ہے۔یہ پرچہ دریا میں ڈال دیا گیاآج تک پھر کبھی طغیانی نہیں آئی۔یہی صورت
جب حضرت ابراہیم ادھم نے سوئی ڈالی اور یہ کہا کہ یہ سوئی اگر نہیں ملی تو
مجھے تکلیف ہوجائے گی تو ایک مچھلی کے منہ میں سوئی دھاگے کے ساتھ موجود
اور وہ مچھلی بار بار اچھل رہی تھی۔ بار بار اچھل رہی تھی۔حضرت ابراہیم
ادھم نے دیکھا اور یہ کہا کہ بھئی اب میں وہاں کہاںلینے آؤں گا لہٰذا تو خود ہی
آجا۔تو مچھلی نے بڑے زور سے جست لگائی اور حضرت ابراہیم کی گود میں آکر
تڑپنے لگی۔اس لئے کہ پانی کے بغیر رہ ہی نہیں سکتی۔حضرت ابراہیم نے اس
کے منہ سے سوئی نکالی اور مچھلی کی دم پکڑ کے واپس دریا میں پھینک دیا۔اور
بیٹے سے کہا بادشاہت دیکھنا چاہتا ہے؟ بیٹے صاحب تو مبہو ت ہی رہ گئے تھے۔
اور واپس چلے گئے۔تو اب اس واقعے کے پیچھے آپ یہ دیکھیں کہ بظاہر تو ایسا
لگتا ہے کہ حضرت ابراہیم نے اتنی بڑی بادشاہت چھوڑ دی ، عیش و آرام چھوڑ
دیا، ...... دربار چھوڑ دیا ، امراء چھوڑ دئیے، عظام بھی چھوڑ دئیے۔طرح طرح کے
عمدہ قسم کے کھانے چھوڑ دئیے۔ لیکن ساتھ ساتھ یہ بھی ہے کہ اس طرز سے
... مسافر خانے کی طرز سے ان کے اندر کس قسم کی تبدیلی آئی ہے اور کس
قسم کی صلاحیت بیدار اور متحرک ہوئی ہے۔تو یہ جتنا بھی آپ غور کریں گے یہ
دنیا ایک مسافر خانہ ہے۔مسافر خانے سے مراد یہ نہیں ہے کہ آپ یہاں دل نہ
لگائیں۔ مسافر خانے سے یہ بھی مراد نہیں ہے کہ اسے چھوڑ کر کہیں جنگلوں
میں چلے جائیں۔ جنگلوں میں جائیں گے تو وہ بھی تو مسافر خانہ ہی ہے۔بھوک
تو آپ کو وہاںبھی لگے گی۔سردی گرمی کا انتظام تو آپ کو جنگل میں بھی کرنا
پڑ ے گا۔مسافر خانے کا مطلب یہ ہے کہ مسافر خانے میں مسافروں کی طرح

رہو۔اور ذہن میں یہ بات رہے کہ ہمیں یہاں عارضی طور پر رہنا ہے۔اب آپ
ہوائی جہاز میں بیٹھ کے عمرے کرنے جاتے ہیں۔کتنا اس میں آرام ہوتا ہے۔
گھنٹی بجائی تو ائیر ہوسٹس آگئی۔کچھ ہوا تو یہ ہوگیا۔ کچھ ہوا تو یہ ہوگیا۔
آپ کو بیٹھے ہوئے کھانا بھی ملتا ہے۔ پانی بھی ملتا ہے۔کوک بھی ملتی، چائے بھی
ملتی۔اور جیسے ہی آپ کی منزل آگئی آپ کو کبھی دکھ بھی نہیں ہوتا کہ ہم
جہاز چھوڑ رہے ہیں۔اسی طرح اگر آپ فرسٹ کلاس ریل میں سفر کریں۔یہاں
سے بیٹھیں جب لاہور ... بلکہ اترنے میں تکلیف نہیں ہوتی انتظار ہوتا ہے کب
اسٹیشن آئے تو میں ریل سے اتروں؟ حالانکہ ریل میں گھر سے زیادہ آرام ہے آپ
کوہ یہاں کی ریلیں تو چھوڑیں باہر کی ریلیں تو بہت آرام دہ ہوتی ہیں۔کیوں؟
اس لئے کہ آپ کے ذہن میں یہ بات ہے کہ ریل میں بیٹھنا ہمارا عارضی ہے۔ہم
ریل میں اس لئے بیٹھے ہیں کہ ہمیں لاہور میں اترنا ہے۔تو یہی صورت اگر آپ
کے ذہن میں آجائے کہ ہم یہاں دنیا میں اس لئے پیدا ہوئے کہ یعنی دنیا کی ریل
میں اس لئے بیٹھے ہیں کہ ہمیں مرنے کے بعد ایک عالم اعراف ہے وہاں جاکر
اترنا ہے۔تو اگر آپ کے ذہن میں منزل ہوگی تو یقینا آپ یہاں عیش بھی کریں
گے ، آرام بھی کریں گے ، بہترین کھانا بھی کھائیں گے ، بہترین لباس بھی پہنیں
گے ، بہترین گھر بھی بنائیں گے ، بہترین گاڑی بھی آپ کے پاس ہوگی لیکن
بحیثیت مسافرکے آپ یہ ساری چیزیں استعمال کریں گے اور اگر آپ کے ذہن میں
ریل سے اترنا نہیں ہے۔ وہ انتہائی درجے کی بے وقوفی ہے ریل میں بیٹھتا ہی اس
لئے آدمی کہ اترے گا کہیں۔تو آپ یہاں سے اس طرح گزر جائیں گے دنیا میں کہ
آپ کے ذہن سے مسافرت کا تصور ختم ہوجائے گا۔تو اب یہ بات سمجھ میں آگئی
کہ یہ دنیا ایک مسافر خانہ ہے۔یا کوئی صاحب ایسے ہیں کہ یہ ثابت کردیں کہ
یہ مسافر خانہ نہیں ہے؟ کیوں بھئی کسی صورت سے یہ بات بنتی ہے کہ مسافر
خانہ نہیں ہے؟ ہے مسافرخانہ یہ نہیں ہے؟ تو کیا ہم لوگ اس میں مسافر خانے
کی طرح رہتے ہیں؟ ہمارے تو تصور میں ہی یہ بات نہیں ہے کہ دنیا مسافرخانہ
ہے۔ہم تو عجیب و غریب ہماری ذہنی کیفیت ہے۔ جب ہم غور کرتے ہیںاپنی
پیدائش پہ ہمیں کچھ پتہ نہیں ہوتا کہ ہم کیوں پیدا ہوگئے۔ اس لئے کہ پیدائش
کے سلسلے میں ہم سے تو کچھ پوچھا نہیں کسی نے کہ بھئی ہم تمہیں پیدا کر
رہے ہیں دنیا میں چلے جاؤگے یا رہ جاؤ گے ؟ آپ جب کسی ہوٹل میں رہتے ہیں
آپ جب کسی مسافر خانے میں رہتے ہیںتو آپ کے کھانے کا پینے کا ، رہائش کا ،
سونے کا، جاگنے کا، صفائی کا ستھرائی کا انتظام کون کرتا ہے؟ کون کرتا ہے؟
وہاں کی انتظامیہ کرتی ہے۔ اگر مسافر خانہ ہے تو مسافر خانے کی انتظامیہ
آپ کا انتظام کرے گی۔ ہوٹل ہے تو وہ ...صبح کو آپ ہوٹل میں ٹھہریں۔ صبح
صبح وہ آئے گا ساڑھے چار بجے پانچ بجے چائے لیکر چائے لاکر رکھ دے گا۔گرم ٹھنڈا
پانی ہوگا غسل خانے کی صفائی ہوگی۔یہی ہوتاہے ناں؟ یعنی آپ کی جو بنیادی
ضروریات ہیںوہ منتظم کے ذمے ہیں۔اب آپ دنیا میں پیدا ہوئے دنیا کو ایک ہوٹل
سمجھ لیں۔ ایسے ہی مثال کے طور پرسمجھ لیں۔اب دنیا میں زندہ رہنے کے لئے

جو آپ کی ضروریات ہیوہ آپ خود پورا کرتے ہیں یا یہ دنیا چلانے والی انتظامیہ
پورا کرتی ہے؟ مثلاً آپ کے لئے بنیادی ضرورت ہے ہوا۔ ہوا کے نام سے تو واقف
ہیں۔ لیکن آج تک یہ طے نہیں ہوسکا کہ ہوا ہے کیا چیز؟ آپ کی بنیادی ضرورت
combination ہے آکسیجن۔ یہ تو انہوں نے بتادیا کہ اتنی آکسیجن بن کر یہ

بن کر اس کو آکسیجن جائے گا۔ لیکن کیسے بن گیا ؟ کیوں بن گیا؟ اتنی وافر
مقدار میں فضا میں آکسیجن کیسے گھوم رہی ہے؟۔ پھر وہی ہے اس کے بارے
میں کچھ کسی کو پتہ نہیں۔آپ کی بنیادی ضرورت ہے بھوک۔آپ کی بنیادی
ضرورت ہے پانی۔آپ کی بنیادی ضرورت ہے کھانا پینا۔اب یہ جو آپ آٹا کھاتے
ہیںتو آپ آٹا تھوڑی بناتے ہیں؟ پہلے قدرت نے زمین بنائی پھر اس کا دانہ بنایا۔پھر
دانہ زمین میں ڈالا۔پھر وہ دانہ اگا۔پھر وہ بالے سے الگ ہوا۔پھر وہ چکی پہ گیا۔
پھر وہ آٹا بنا۔ پھر وہ پسا۔ اب آٹا نہ ہو پانی نہ ہوتو آٹا گوندھ نہیں سکتا۔آٹا
بھی ہو پانی بھی ہوآگ نہ ہوروٹی نہیں پک سکتی۔آٹا بھی ہو، پانی بھی ہو آگ
بھی ہو توا نہ ہو پھر روٹی نہیں بن سکتی۔لوہا تو آپ نے نہیں بنایا، آگ تو آپ نے
نہیں بنائی۔پانی تو آپ نے نہیں بنایا۔اب یہ تصور کریں ایک اچھے ہوٹل کی۔ اچھے
ہوٹل کی ذمہ داری ہے کہ آپ کی ضروریات کی ہر چیز آپ کو فراہم کی جائے۔
یہ وہاں کی انتظامیہ کی ذمہ داری ہے۔اب یہ اللہ میاں کا مسافر خانہ ہے۔اب
اللہ میاں کے مسافرخانے میں رہنے والے تمام مسافروں کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ
نے اپنے ذمہ لی ہے۔اور خود وہ انتظامیہ ہوٹل کی انتظامیہ آپ کہتے ہیں اللہ
تعالیٰ کا جو نظام چلا ن والی انتظامیہ اس کا نام قدرت ہے۔قدرت ہر چیز آپ
کو اس مسافر خانے میں فراہم کر رہی ہے۔اب یہ سائنس کہتی ہے کہ صاحب
آدمی آکسیجن سے زندہ رہتا ہے ۔جیسے ہی آدمی مرتا ہے اس کو آکسیجن کا
سلنڈر بھی دینا شروع کردیتے ہیں۔ یہ آکسیجن کبھی کسی مردہ آدمی کو زندہ
تو نہیں کرسکی آج تک۔حضور قلندر بابا اولیائ سے ایک صاحب نے سوال کیا تھا
یہی آکسیجن کے بارے میں کہ صاحب آکسیجن سے آدمی زندہ ہے تو انہوں نے
فرمایا تھا کہ ایک گھر میں دس آدمی رہتے ہیں۔اب اگر ہم یہ تسلیم کرلیں کہ
وہ دس کے دس آدمی آکسیجن کی وجہ سے زندہ ہیںٹھیک ہے ان دس میں سے
ایک آدمی مرگیا۔اچھا یہ بھی کوئی قید نہیں جوان مرگیا، بوڑھا مر گیا، بچہ
مرگیا۔ کوئی بھی مرسکتا ہے۔تو ایک آدمی مرگیا۔تو اب یہ اگر کہا جائے کہ یہ
آکسیجن کی وجہ سے زندہ تھاتو گھر کے نو آدمی تو زندہ ہیںیعنی گھر کے نو آدمی
تو ......۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ آدمی اگر آکسیجن کے اوپر زندہ ہے تو وہ زندہ
ہے جب تک انتظامیہ اس بندے کو آکسیجن فراہم کرے۔یہ بھی ہوسکتا ہے کہ
ایک گھر میں دس آدمی ہوں ... نو مرجائیں ایک زندہ رہے۔تو آدمی آکسیجن پر
تو

زندہ ہے لیکن آکسیجن اگر انتظامیہ فراہم نہ کرے تو آدمی زندہ نہیں رہ سکتا۔
اس کامطلب یہ ہوا کہ آپ انتظامیہ کے رحم و کرم پر رہ رہے ہیں۔ انتظامیہ

پانی کھول دے تو آپ کو غسل خانے میں پانی آئے گا۔اگر انتظامیہ ٹھنڈا پانی کھول دے تو ٹھنڈا آئے گا گرم کا کنکشن دے گا تو گرم پانی آئے گا۔تو بحیثیت مسافر کے تو آپ کی ضروریات کی کفالت وہ انتظامی کمیٹی کرتی ہے۔تو اسی صورت سے آپ جو یہاں ... ہم جو زندہ ہیں اس دنیا میںوہ قدرت چاہتی ہے۔ قدرت زندگی کے وسائل فراہم کرتی ہے تو ہم زندہ ہیں۔قدرت نہیں چاہتی، قدرت زندگی کے وسائل فراہم نہیں کرتی تو ہم زندہ نہیں ہیں۔تو آپ ذرا سوچ کے بتائیں کہ کیا آپ اپنی مرضی سے زندہ ہیں؟ یا آپ کی زندگی میں جتنے بھی وسائل کام کر رہے ہیںاس میں آپ کا کوئی عمل دخل ہے؟ پانی میں؟ ہوا میں؟ آکسیجن میں؟ گیہوں میں؟ آگ میں ، لکڑی میں؟ اب آپ لکڑی جلاتے ہیں تو روٹی پکتی ہے۔ قدرت درخت ہی پیدا نہ کرے؟ آپ کہتے ہیں آکسیجن سے پکا لیں گے۔تو وہاں بھی یہی ہے کہ آکسیجن بھی قدرت ہی بناتی ہے وہ کیا گیس۔گیس بھی قدرت ہی بناتی ہے زمین کے اندر۔اب گاڑیاں آپ بنائے پھرتے ہیں بھگائے پھرتے ہیں۔لوہا ہی نہ ہو گاڑی کی باڈی کہاں سے بنے گی؟

chasis

کہاں سے بنے گی؟ آگ ہی نہ ہو لوہے کو پگھلائیں گے کیسے؟زمین کے اندر پیٹرول نہ ہو گاڑی کیسے چلائیں گے؟ اب یہ میں امریکہ گیاوہاں میں بہت شہروں میں اب کے گھوما۔تو پہلے یہ ذہن میں میرے یہ بات آئی کہ سارا نظام یہاں کا بجلی کے اوپر قائم ہے۔ریل بجلی سے چل رہی ہے۔ گاڑیاں بجلی سے چل رہی ہیں۔بجلی بنتی ہے ناں اس میں گاڑیوں میں۔ائیرکنڈیشن سارے بجلی سے چل رہے ہیں۔ہوائی جہاز بجلی سے چل رہے ہیں۔اب بجلی کے حاصل کرنے کے مختلف طریقے ہیں۔ کہیں کوئلے سے بجلی بن رہی ہے۔ کہیپانی سے بجلی بن رہی ہے ۔ بجلی کا جو سورس ہے اگر آپ اس سورس کے اوپر انگلی رکھ دیںتو دنیا کا کیا حشر ہوگا؟ یعنی قدرت نے ڈیڑھ سو سال کے عرصے میںانسانی شعوری سکت کے مطابق ایک ایسا دنیا میں نظام قائم کردیا ہے کہ جہاں بجلی مجبوری ہوگئی ہے۔اگر قدرت ... انتظامیہ اللہ تعالیٰ کی بجلی کا سورس ختم کردے

magnetic field

ختم کردے قدرت تو آپ غور فرمائیں دنیا کا کیا بنے گا؟ نہیں سوچ کے بتائیں! ریڈیو، ٹی وی، فریج، حرکی بجلی ، گاڑیاں، بسیں، فیکٹریاں، ٹیکسٹائل ملز، دفاتر آپ کے ہ ایک بجلی ہے اللہ کی بنائی ہوئی ایک بجلی ہے آپ یہ تصور کریں اللہ تعالیٰ کہتا ہے نہیں بجلی نہیں۔تو اس مسافر خانے کا کیا بنے گا؟ ظاہر ہے اس مسافر خانے میں کچھ بھی نہیں بچے گا۔یہ ایک چیز کا تذکرہ ہے۔تو اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو آپ کے لئے ایک مسافر خانہ بنایا۔اور اس مسافر خانے میں رہنے کے لئے جن چیزوں کی آپ کو ضرورت ہے وہ ساری کی ساری وافر مقدار میں اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے فراہم کردی ہے۔اب کیسی عجیب بات ہے کہ آپ مسافر خانے میں رہ بھی رہے ہیں۔ کرایہ بھی نہیں دے رہے ۔جو اللہ تعالیٰ کی جو

زمین ہے جو آپ خرید کے گھر بناتے ہیں اللہ تعالیٰ کو تو کوئی پیسے نہیں جاتا۔یہ جو پانی آپ استعمال کرتے ہیںاللہ تعالیٰ کو تو کوئی پیسے نہیں جاتا وہ تو گورنمنٹ لے جاتی ہے وہ سارے پیسے۔انتظام کے تحت جو پانی پہنچایاہے کیا ہوا بھئی کہے کہ یہ خرچے ہے یہ پورا کرو۔غور طلب بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کتنا بل جارہا ہے؟ بجلی کا پانی کا، زمین کا ، ہوا کا، آکسیجن کا، دھوپ کا، چاندنی کا۔ آپ یہ تو تسلیم کرتے ہیں ناں صاحب کہ یہ سب قدرت کی دی ہوئی چیزیں ہیں؟اور اس کے علاوہ آپ ہم زندہ نہیں رہ سکتے ۔ آپ ہم کیا کوئی بھی زندہ نہیں رہ سکتا۔پانی نہ ہو تو درخت بھی سوکھ جائیں گے۔ پانی نہ ہو تو پرندے بھی ختم ہوجائیں گے۔جنگل کا بھی وجود ختم ہوجائے گا۔ آدمی بھی ختم ہوجائیں گے۔تو سوال یہ ہے کہ اتنے زیادہ جو وسائل جو قدرت نے آپ کو مفت فراہم کئے ہیںآپ اس کا بدل کیا دے رہے ہیں؟ بھئی ہوٹل میں ٹھہرتے ہیں کرایہ دیتے ہیں۔گورنمنٹ پانی آپ کو سپلائی کرتی ہے آپ بل دیتے ہیں۔بجلی آپ لیتے ہیں گورنمنٹ سے اس کا بھی بل ادا کرتے ہیں ۔ گیس کا بل بھی ادا کرتے ہیں۔ دھوپ کا بل کتنا آتا ہے؟ اگر سورج نہ ہودنیا باقی رہے گی؟ تو اللہ تعالیٰ کے مسافر خانے میں رہتے ہیںاللہ تعالیٰ کا دیا ہوا کھاتے ہیںبھائی ہماری تو یہ صورت ہے کہ ہم تو خالی زبان سے شکر بھی ادا نہیں کرتے۔زبانی شکریہ بھی ادا نہیں کرتے کہ اللہ تیرا شکر ہے تو نے ٹھنڈا پانی پلا دیا۔یا اللہ تیرا شکر ہے تو اگر آگ نہ بناتا تو سردی کا کیا بنتا؟ یا اللہ تیرا شکر ہے تو اگر سورج نہ دیتا تو ہماری کھیتیاں کس طرح پکتیں۔سارے پھل فروٹ سب کڑوے ہوجاتے۔کیڑا پڑ جاتا۔تو اب دو باتیں ہمارے سمجھ میںآئیں۔ایک بات تو یہ سمجھ میں آئی کہ جب ہم یہاں پیدا ہوتے ہیں تو مسافرخانے میں پیدا ہوتے ہیں۔دوسری بات یہ کہ اس مسافرخانے میں رہنے کے لئے جو وسائل ہمیں درکار ہیںوہ ہمیں ہماری محنت کے بغیر ملتے ہیں۔اب یہ جو ہزاروں فٹ ہواپھیپھڑوں کے اندر لے لیتے ہیںاس میں ہماری کیا محنت ہے بتائیں۔آدمی محنت مزدوری کرتا ہے تھوڑی دیر میں تھک جاتا ہے۔ہم ساری زندگی سانس لیتے رہتے ہیںتھکتے ہی نہیں۔اور اگر ہم سانس لینے میں ... اللہ سب کو صحت مند رکھے ... دمہ کی تکلیف ہوتی ہے یہ آپ نے بھی دیکھا ہوگاسانس کی جو آمدو شد ہے اس میں بے ترتیبی پیدا ہوجاتی ہے۔ سانس لیتے لیتے آپ نے دیکھا ہوگا کہ یہ جو مونڈھے ہیں یہ اوپر آجاتے ہیںگردن اندر چلی جاتی ہے۔دیکھا ہوگا ناں بھئی سانس کے مریضوں کو۔ساری ساری رات بیٹھے رہتے ہیں۔ کبھی یہ لے رہے ہیں۔ کبھی دوا کھارہے ہیں۔ کبھی کچھ ہورہا ہے۔کبھی کچھ ہورہا ہے۔سانس رکا نہیں ہے۔سانس بے ترتیب ہوا ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں سانس کے ذریعے آکسیجن بھی دے رہا ہے۔ہوا بھی دے رہا ہے۔تو اب یہ بات آپ کے ذہن میں آگئی کہ ہم لوگ یہاں دنیا میں مسافر کی حیثیت سے رہتے ہیں۔میں پھر دوہراتا ہوں آپ کی بات اچھی طرح ذہن نشین ہوجائے گی۔اب اگر ذہن نشین ہوگئی تو پھر میں آگے بڑھوں؟ آپ یہ بتائیں کہ آپ جب اس دنیا میں رہتے ہیں تو آپ کیا ہیں؟ اور یہ دنیا مسافر خانہ ہے۔اچھا

ایک مسافرخانہ انسان بناتے ہیں۔ایک مسافرخانہ اللہ کا ہے ۔اب چونکہ تو اللہ
تو بہت ہی بڑا ہے اس کی بڑائی کا تو کسی طرح اظہار ممکن ہی نہیں ہے کہ
اللہ تعالیٰ جتنا بڑا اتنا بڑا ان کا مسافرخانہ بھی ہے۔اب سوال یہ ہے کہ اللہ
تعالیٰ نے ہم سے پوچھے بغیرہمیں اس مسافرخانے میں کیوں بھیجا؟ مسافر خانے
میں بھی بھیجا اور مسافرخانے میں رہنے کے لئے جتنی بھی ہماری ضروریات ہیں
ان کی کفالت بھی کی۔کیوں؟ کیا چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ؟ اچھا پیدائش کا بھی
یہی صورت حال ہے۔ماں کے پیٹ میں نو مہینے رکھ دیا۔بند کوٹھری میں۔کہ
وہاں ہوا بھی نہیں ... اب دیکھیں گرمی میں آپ کمرے بند کرلیتے ہیکسۃ قدر
حبس ہوتا ہے۔آدمی گھبرا کے باہر نکلتا ہے ۔ گھبرا کے کھڑکیاں کھولتا ہے۔گھبرا
کے دروازے کھولتا ہے۔ہوتا ہے ناں یہ؟ آپ نو مہینے ایسے بند کمرے میں رہے کہ
آگئے جہاں بظاہر ہوا کا کوئی گزر ہی نہیں ہوتا۔وہاں نہ ائیرکنڈیشن لگا ہوا
ہے ۔ نہ وہاں کوئی کھڑکیاں ہیں نہ وہاں کوئی دروازہ ہے۔نہ وہاں کوئی
روشندان ہے۔اچھا اگر سردی ہے تو وہاںآپ کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہیٹر کا انتظام
کیا ہوا ہے پیٹ میں۔اگر گرمی ہے تو وہاں اللہ تعالیٰ نے اے سی لگایا ہوا ہے
سینٹراے سی لگا ہوا ہے ۔ اگر اتنی زیادہ گرمی ہوجائے کہ ابال آجائے تو بچہ
بیمار بھی پڑجائے گا وہ تو ماں کے پیٹ میں مرجائے گا۔یعنی پارٹیشن پورا پورا
وہاں موجود ہے۔دنیاوی اعتبار سے آپ اس طرح نہیں رہ سکتے کہ کسی کمرے
میں بند ہوکر جس طرح اللہ تعالیٰ آپ کو ماں کے پیٹ میں نو مہینے رکھتا ہے۔
خود ہی اللہ تعالیٰ اپنی تعریف بیان کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں ... ھوا الذی یصورکم
فی الارحام کیف یشاء ... دیکھو کیسا وہ اللہ ہے ماں کے پیٹ میں کیسی کیسی
تصویریں بناتا ہے۔ ھوا الذی یصورکم فی الارحام کیف یشاء ... کیسا اللہ ہے، کتنا
بڑا اللہ ہے، کیسا صنعت کار اللہ ہے کہ ماں کے پیٹ میں ... فی الارحام ... ماں
کے پیٹ میں... یصورکم ... کیسی کیسی تصویریں بناتا ہے اور پھر تمہیں اس
تصویر کے ساتھ متحرکۃ اور زندہ تصویر کے ساتھ خوبصورتی کے ساتھ اس دنیا
میں لے آتا ہے۔ پھر اس دنیا میں بھی آپ کسی قابل تو ہوتے نہیں۔ بیٹھ آپ نہیں
سکتے۔ کروٹ آپ نہیں بدل سکتے۔گردن آپ نہیں اٹھا سکتے۔ چھ مہینے تک تو
گردن ہی ہلتی رہتی ہے۔وہ دیکھا ہے ناں کبھی ادھر ہوجائے کبھی ادھر
ہوجائے۔یہ تو ابھی چھوٹا ہے گردن ہلتی ہے یہ تو ابھی چھوٹا ہے گردن ہلتی ہے
ابھی تک گردن نہیں ٹھہری۔جب بڈھے سے بچے ہوئے گردن ہلتی ہے بڑی عجیب
سی لگتی ہے۔کبھی ادھر کو ہوگا کبھی ادھر کو ہوگا۔یعنی آپ گردن بھی نہیں
سنبھال سکتے۔کوئی چیز پکڑ بھی نہیں سکتے۔کوئی وزن نہیں اٹھا سکتے۔مکھی
نہیں اڑا سکتے۔ہماری وہ بی بی ہے میری بچی جب چھوٹی سی تھی گوری چٹی
بہت ہے وہ ۔ وہاں سرد ی میں اس کی ماں نے اس کو صحن میں لٹا دیا دھوپ
میںوہاں ایک کو ا آیا وہ سمجھا کوئی گوشت کی بوٹی ہے جناب پیر میں چونچ
ماری۔ تو بی بی زور سے روئی تو ہم سب بھاگے ہوئے گئے معلوم ہوا صاحب پیر
خونم خون ہوگیا۔یعنی اس بچی میں اتنی صلاحیت سکت پیدا نہیں ہوئی کہ وہ

کوے کو بھگا دے۔تو یہی حال میرا بھی ہے۔ یہی حال آپ کا بھی ہے۔یہی حال
بڑے سے بڑے پہلوان کا بھی ہے۔یہی حال ایک کمزور نحیف آدمی کا بھی ہے۔اس
صورت میں توازن کے ساتھ ترتیب کے ساتھ آپ کو بڑا کیا۔ایسا نہیں ہوا کہ پیر
لمبا ہوگیا تو کان اتنے اتنے ہوگئے کان لمبا ہوگیا، کان بڑا ہوگیا جناب اتنا پھیل گیا۔
جوتصویر بن گئی پہلی دفعہ بوڑھاپے تک اس کا توازن برقرار رہتا ہے۔سبحن
ربک اعلیٰ الذی خلق فسویٰ والذی قدر فھدیٰ... پاک اور بلند مرتبہ ہے وہ جو پیدا
کرتا ہے معین مقداروں کے ساتھ اور ان معین مقداروں میںپیدائش سے لے کرمرتے
دم تک توازن قائم رکھتا ہے ۔ سبحن ربک ... آپ غور فرمائیںاور یہ ایسی بات
نہیں ہے کہ آپ سنی سنائی بات ہو ہم آدمی اپنے آپ کو دیکھ لے اپنی تصویر کو
دیکھ لے ۔ میں ماں کے پیٹ میں کیسی کیسی تصویریں بناتا ہوںاس میں مقداریں
ہوتی ہیںان مقداروں میں توازن ہوتا ہے ترتیب ہوتی ہے ایسا نہیں ہوتا کہ کان
بڑا ہوگیا تو ایک آنکھ اتنی ہوگئی تو ایک آنکھ چھوٹی ہوگئی۔ پھر اللہ تعالیٰ
جیسے جیسے آپ بڑھتے ہیں آپ کی نشو و نما ہوتی ہے۔ آپ کے اندر توانائی اور
طاقت کے ساتھ ساتھ اپنے شعور میں بھی اضافہ ہوتا ہے ۔ ایک بچے میں ایک
جوان میں ایک بوڑھاپے میںآپ کی جو شعور کی جو کیفیت ہے وہ آپ سب کے
سامنے ہے۔حضور قلندر بابا نے ایک قصہ سنایاکہ ایک جگہ شادی ہوئی تو انہوں
نے لڑکی والوں نے یہ کہاکہ بھئی ہماری ایک شرط ہے جس کو آپ نے منظور
کرلیا ہماری ایک شرط ہے۔کہ تمہارے ہاں جو سب سے بڑی عمر کے بزرگ ہوں
گے بوڑھے وہ شادی میں شریک نہیںہوں گے۔وہ لڑکے والے تو بپھر گئے کہ بھئی
ہمیں تو شادی نہیں کرنی لاحول ولا قوة ...کس قسم کے بدتمیز آدمی ہیں۔
ہمیں شادی ہی نہیں کرنی۔خیر معاملہ رفع دفع ہوا۔ بزرگوں سے پوچھا کہ یہ
جو کہہ رہے ہیںانہوں نے کہا ٹھیک ہے منظور کرلو۔ منظور ہے سب کہا لیکن
ناراض سب ہوئے بھئی یہ کیا بدتمیزی ہے کہ صاحب بڑے بزرگ جو سب سے بڑے
بزرگ ہیں وہ نہیں آئیں گے۔شادی کی تاریخ مقرر ہوگئی۔ان بزرگ نے کہا کہ
بھائی بات یہ ہے مجھے ضرور لے جانا ہے۔ اور اس طرح لے جانا ہے کہ انہیں پتہ
بھی نہ چلے۔ایک صندوق بناؤ میرے قد کا اور اس میں سوراخ کردو۔اوپراس کے
تاکہ ہوا آتی رہے۔اور اس پہ لے جاکہ۔ تو وہ ایک نئی صورت پیدا ہوگئی کہ
کیوں بناؤ کوئی کہتا ہے کہ اس کے پیچھے کوئی مصلحت ہوگی۔قصہ مختصر یہ
کہ ان بزرگ کو ساتھ لے گئے۔ شادی ہوگئی۔لڑکی والوں نے پھر ایک مطالبہ کیا
کہ ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ آپ کے ہاں ماشاء اللہ بڑے بڑے خوبصورت نوجوان
قد آور لوگ ہیں صحت مندچالیس بندے ہمیں الگ کردیں۔ہم ان کی الگ سے
دعوت کریں گے۔وہ چالیس بندے الگ ہوگئے صحت مند۔تو انہوں نے کہا بھئی
رخصتی اس وقت کریں گے جب یہ چالیس بندوں میں ہر بندہ ایک بکرا کھائے۔
ایک بکرا کھائے گا تو رخصت کریں گے۔یہ ایک بکرا کون ایک آدمی کھاسکتا ہے؟
ان کا دماغ خراب ہوگیا ہے عجیب شادی ہوئی ہے کہ ایک شرط اور رکھ دی۔
انہوں کہ کہا صاحب یہ شرط ہے۔ پھر جناب ان میں سے ایک آدمی گیا صندوق

کھولا دادا سے کہا دادا انہوں نے یہ شرط رکھ دی۔کہنے لگے منظور کرلو۔کہنے
لگے جی کیسے منظور کرلیںایک بکرا ایک آدمی کیسے کھاسکتا ہے؟ کہنے لگے نہیں
بھئی ان سے جاکر یہ کہو کہ برات کا مطلب ہی یہ ہے کہ کھانا ایک ساتھ ہو۔
برات کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آدمی الگ الگ کھانا کھائے ہم آپ کے چالیس بکرے
کھالیں گے۔لیکن ہماری بھی ایک شرط ہے۔اور وہ شرط یہ ہے کہ ایک بکرا کٹے
گا بھنے گا ہم سب کھالیں گے پھر دوسرا کٹے گا پھر وہ بھنے گا پھر ہم سب
کھائیں گے ۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے ۔ ایک بکرا انہوں نے کاٹا دو وو بوٹیاں سب کے
حصے میں آئیں اور چالیس بکرے کھاگئے اور کہنے لگے ہم تو دس اور کھالیں گے۔
تو ان کے لڑکی والوں نے کہاکہ ضرور آپ کے ساتھ کوئی بزرگ ہے۔خیر وہ آئے
اور آکر ان سے معافی تلافی کی پیر ویر ان کے پکڑے۔انہوں کہا حضرت صاحب
ہم ان کو اپنے بچوں کو آپ کے بچوں کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ بزرگ کی کیا
اہمیت ہے۔وہی بات ہے ہم ایک بچے کو لے لیں ، ایک جوان کو لے لیں ، ایک
بوڑھاپے کو لے لیں آپ عقل کا صاف پتہ چل جائے گا۔اگر آپ کے گھر میں آپ کے
دادا موجود ہیںساٹھ ستر سال کی عمر ان کی ہے آپ کتنے ہی پڑھ لکھ جائیں
کتنے ہی قابل ہوجائیں آپ کے پاس کتنی ہی ڈگریاں ہوںلیکن وہ ساٹھ ستر سال
کا تجربہ آپ کے پاس نہیں ہوگا۔تو اس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ نظام
ہے کہ جیسے جیسے عمر بڑھتی ہے آدمی کا ترتیب کے ساتھ آدمی کے اعضاء بھی
مضبوط ہوتے ہیں آدمی کا عقل و شعور بھی بڑھتا ہے۔اور اگر اللہ تعالیٰ دماغ
نہ دے پیدائشی طور پر بچے

retarded

ہوتے ہیں۔ وہ بچے ہو، جوان ہو، بوڑھا ہو اس کو نہ عقل ہے نہ شعور۔ اس
دماغ کو جس کو قدرت نے مکمل نہیں کیااس کے پیچھے بھی والدین کی کمزوری
ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی پاگل نہیں ہوتا۔حضور قلندر بابا فرماتے
ہیںکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ کوئی پاگل ہوتا ہے ، نہ اللہ تعالیٰ کی طرف
سے کوئی معذور ہوتا ہے۔نہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی بدنصیب ہوتا ہے۔یہ
سب انسانوں کا اپنا کیا دھرا ہوتا ہے ، وہ یہ کہ انتظامیہ یعنی قدرت جو ہے
قدرت کے ساتھ ان بندوں کا تعاون کمزور ہوجاتا ہے۔مثلاً ایک گھر میں لڑائی ہے
دنگا ہے، فساد ہے ، ماں نفسیاتی مریض ہوگئی میاں کی باتیں سن سن کے ،
ساس کی باتیں سن سن کے ، نندوں کی باتیں سن سن کے۔ماں کے پیٹ میں اس
کابچہ کمزور ہوجاتا ہے۔وہ ایک کتاب ٹیلی پیتھی شایدوہ آپ لوگوں نے پڑھی ہے
اس میں ایک قصہ ہے کہ ایک انگریز عورت نے اپنے کمرے میں حمل کے زمانے میں
نیگرو کا وہ کالے جو ہوتے ہیں ناں گھنگریالے بال والے اس کا فوٹو سجالیا۔اس کو
بہت غور سے دیکھتی تھی بچہ جب پیدا ہوا تو اس کے گھنگریالے بال ہوگئے رنگ
بھی کالا تھا۔وہاں مسئلہ کھڑا ہوگیاانہوں نے کہا یہ تو میرا ہے ہی نہیں۔پھر
بورڈ بیٹھاکیا ہوا۔ اسی ضمن میں حضور قلندر بابا نے ایک بڑا عجیب و غریب

قصہ سنایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت شعیب علیہ السلام کا وہ
جو شادی کے لئے وہ ہے نانکہ تم سات دن بکریاں چراؤ یہ مہر تمہاری ادا
ہوجائے گی۔اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی طے ہوا کہ بکری کے بھربھری بچے وہ بچے
ہوتے ہیں ناں بغیر سینگ کے وہ جتنے پیدا ہوں گے وہ موسیٰ علیہ السلام کے اور
جو دوسرے بچے ہوں گے وہ حضرت شعیب علیہ السلام کے ہوں گے۔حضرت
موسیٰ علیہ السلام کا تو شروع سے ہی پیغمبرانہ ذہن تھا۔ یہ پانی پلانے لے جاتے
تھے بکریوں کو تو انہوں نے یہ دیکھا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہ ایک جگہ
اس طرح کی جھاڑیاں اور درخت ہیں کہ پانی پر ان جھاڑیوں کا اور پتوں کا
عکس پڑ رہا ہے۔ آپ لوگوں نے بھی دیکھا ہوگا جو یہ دریا کنارے اور بڑا اچھا لگتا
ہے جب وہ ہلتے ہیں پتے تو اس کا عکس پڑتا ہے پانی کے اوپر۔ انہوں نے کیا کیا
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جاکر بکریوں کو وہاں پانی پلاتے تھے جہاں پانی پہ
درخت کا عکس پڑتا تھا۔آپ نے دیکھا ہوگا دیکھا نہیں پانی پہ درخت کاعکس پڑتا
ہے۔اس کا نتیجہ یہ ہوا جب بکریوں کے بچے ہوئے وہ سارے ہی بچے بھربھری
ہوگئے۔اب جب حصہ ہوا تو حضرت شعیب نے کہا یہ تو سر پکڑ کر بیٹھ گئے کہ
میرے پاس تو کچھ رہا ہی نہیں۔پھر دوبارہ معاہدہ ہوااور دوبارہ معاہدہ یہ ہوا
کہ بھئی آدھے آدھے تمہارے آدھے ہمارے۔تو ماں کے پیٹ میں جب بچہ ہوتا
ہے تو ماحول کا بھی اثر ہوتا ہے۔اگر ماحول اچھا ہوگا ، ماحول میں سکون ہوگا
۔ ماحول میں اطمینان قلب ہوگا۔ماحول میں استغناء ہوگا۔ماحول میں اللہ
رسول کا تذکرہ ہوگا۔ماں خوش ہوگی ۔ باپ خوش ہوگا۔تو بچہ بھی شعوری
طور پر صحیح ہوں گے۔لیکن اگر گھر میں ٹینشن ہوگاتو بچہ بھی شعوری طور پر
کمزور ہوں گے۔آپ نے سنا ہوگا کہ جب ماں کو بہت زیادہ بلڈ پریشر ہوتا ہے تو
بچہ کی نشوونما رک جاتی ہے۔کئی بچے ایسے ہوتے ہیں جو گرو ہی نہیں
ہوتی۔کئی بچے ایسے ہوتے ہیں جن کا دماغ ہی چھوٹا رہ جاتا ہے۔تو آپ یہ نہ
سمجھیں کہ قدرت نے ایسا کیا بھئی قدرت کیوں کرے گی ایسا؟ اللہ تعالیٰ فرماتے
ہیں ... ھوا الذی یصور کم فی الارحام کیف یشاء ... اللہ تو خوش ہورہا ہے کہ
کیسے ...... اپنی خوشی کو کیسے متاثر کرے گا تصویر کیوں خراب کرے گا؟ ایک
پرنٹنگ مشین ہے۔ اب اس میں اگر مشین میں خرابی نہیں ہوگی تصویر اچھی
چھپے گی۔کتنا ہی اچھا کاریگر ہو مشین چلانے والا اگر مشین کے رولر خراب
ہوں گے تو سیاہی کبھی زیادہ آئے گی کبھی کم آئے گی۔جو بنتی ہے تصویر۔تو
آپ یہ کہیں کہ صاحب یہ تو اس نے اس نے غلط چھاپ دی اس نے غلط نہیں
چھاپا مشین غلط تھی۔ٹوٹی ہوئی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ یہ فرماتے ہیں... والتین
والزیتون و طور سنین و ھذا بلد الامین ... لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ...
انسان اللہ کی بہترین صناعی ہے۔اللہ تعالیٰ کی بہترین صناعی جبھی خراب
ہوگی جب اس صناعی کے امین اس میں ڈنڈی ماریں گے۔اس کو خراب کریں
گے۔تو یہ تو ہوگا۔ عام طور سے تصور یہ ہے کہ اللہ والا جب بچہ کوئی بیمار ہو

نہ مست ہے اللہ والا ہے ۔ یہ بھی نہ سمجھیں کہ سارے پاگل ہی اللہ والے ہوتے ہیں بچے اگر

retarded

ہے اسے کہتے ہیں اللہ والا ہے۔ اور اگر ذہین ہوتا ہے تو بڑا ذہین ہے بڑا قابل ہے ۔

بھوک اور افلاس ہوتا ہے یہ بالکل اللہ کی طرف سے نہیں ہوتا ہے۔حضور پاک ﷺ نے اپنی امت کے لئے دعا یہ کی ہے کہ یا اللہ میری امت کو افلاس سے اور غربت سے محفوظ رکھ! اب حضور پاک ﷺ کی کی ہوئی دعا کیسے رد ہوسکتی ہے بھئی؟ کیسے مسلمان غریب ہوسکتا ہے؟ بات یہ نہیں ہے۔بات یہ ہے کہ اللہ میاں کا ایک دسترخوان بچھا ہوا ہے ۔ مثلاً یہاں مراقبہ ہال سے یہ فور کے کا بس اسٹاپ ہے یہاں تک ایک دسترخوان بچھا ہوا ہے۔مثال ہے۔یہ ٹاور تک ایک دسترخوان بچھا ہوا ہے۔اب اس میں مرغی بھی ہے۔ چٹنی بھی ہے۔سوکھی روٹی بھی ہے۔اچار بھی ہے۔ یعنی دنیا کی نعمتیں جو بھی زمین پر دستیاب ہیں۔ اس دسترخوان پر سجی ہوئی ہیں۔مسجد سے آپ جیسے ہی نکلتے ہیںسوکھی روٹی رکھی ہے۔ وہ کہتے ہیں فقیر سوکھی روٹی کھاتا ہے۔آگے جاؤ تو دال پڑی ہوئی ہے۔اور آگے جاؤ تو اچار چٹنیاں پڑی ہوئی ہیں۔اور آگے جاؤ گوشت پڑا ہوا ہے۔اور فور کے کے پاس جو دسترخوان ہے وہاں مرغیاں پڑی ہوئی ہیں ۔ دسترخوان اللہ کا ہے ، زمین اللہ کی ہے۔اللہ کوئی پیسے نہیں لیتا۔نہ زمین کے پیسے لیتا ہے۔کسی چیز کے بھی پیسے نہیں لیتا وہ۔ اب آپ مسجد سے نکلیں اور کہنے لگے یار کون اتنی دور جائے گا پیٹ ہی تو بھرنا ہے سوکھی کھالیں گے۔بہت سیریس ہوکر کھانا۔اللہ میاں نے کب منع کیا۔دوسرا آدمی کہتا ہے نہیں یار یہ دس پندرہ بیس منٹ میں وہاں پہنچیں گے چلو مرغی کھائیں گے کیوں سوکھی کھانی؟ وہ مرغی کھالے گا۔جتنی اللہ تعالیٰ کے دسترخوان پر نعمتیں موجود ہیں اس پہ تخصیص نہیں ہے کہ فلاں آدمی کھائے گا فلاں آدمی نہیں کھائے گا۔یا پھر یہ ہوتا ہے کچھ چالاک لوگ ہوتے ہیں۔ہوشیارجن کے دماغ میں ... ہوتی ہے وہ اپنی چالاکی سے دسترخوان کو اپنی طرف سمیٹ لیتے ہیں۔اچھا اب اس میں بھی غریبوں کا نہ کوئی قصور ہے وہ سمیٹنے والے چار ہوتے ہیںاور غریب لوگ جو محروم ہوتے ہیں وہ چار سو ہوتے ہیں۔اب وہ چار سو جو ہیں وہ ہمت ہی نہیں کرتے ان سے چھیننے کی۔نتیجے میں کہتے ہیں ہماراتو مقدر ہی خراب تھا۔ ہمارا تو نصیب ہی خراب تھا۔ان اللہ یرزق من یشاء بغیر حساب ... اللہ تعالیٰ بغیر حساب کے رزق دیتا ہے۔ہوا آپ کو بغیر حساب کے مل رہی ہے۔آکسیجن آپ کو بغیر حساب کے مل رہی ہے۔زمین آپ کو ... اتنی بڑی زمین ہے۔ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے بغیر حساب کے اللہ تعالیٰ کی انتظامیہ یعنی قدرت انسانوں کو ، پرندوں کو، چرندوں کو جتنی بھی دنیا میں مخلوق ہے سب کو فراہم کررہی ہے۔تو یہ غربت کا مسئلہ بھی میرا خیال ہے حل ہوگیا ہوگا۔اب یہاں بہت ......

اور یہاں ایسے لوگ بھی بیٹھے ہیں جن کی دکانیں ہوں گی اور ممکن ہے کوئی
سیٹھ ساہوکار مل والا بھی کوئی بیٹھا ہوا ہو۔اب دیکھیں اب وہ جو کارپینٹر
صاحب ہیں یا سفیدی والے ہیوے صبح سے شام تک ہفتے بھر کام کریں گے اور
پیسے لاکر بیوی کو دے دیں گے اور سورہے اٹھتے ہی نہیں۔اب بیوی کہتی ہے
بھئی جاؤ پھر جب وہ کہے گی راشن ختم ہوگیا ادھار بھی بند ہوگیا اچھا اب جاتا
ہوں۔اور وہ جو مل والا ہے وہ سوتے بھی کاروبار کرتا ہے بیٹھے بھی کاروبار کرتا
ہے۔وہ ملتا بھی ایسے لوگوں سے جہاں سے چار پیسے آئیں۔اور یہ فرق واضح ہے
آپ جب کبھی ... آپ لوگ غور نہیں کرتے۔ جب غور کریں گے تو بالکل یہی بات
نکلے گی ۔ اب وہ کہتے ہیں جی قناعت ہے روٹی ہی تو کھانی ہے کیا مصیبت
ہے روز کے روز کاروبار کرو بھئی۔ مصیبت یہ ہے کہ اگر روز کے روز کاروبار نہیں
کروگے تو زندگی بھر جھونپڑی میں پڑے رہو گے۔ روز کے روز کام کروگے ، محنت
کرو گے ، پیسے بچاؤ گے ، گھر بناؤ گے۔چھت کے نیچے رہوگے۔اللہ تعالیٰ نے کب
پابندی لگائی ہوئی ہے کہ کوئی چھت کے نیچے رہو کسی آدمی کے جھونپڑی میں
رہو؟ کیا جھونپڑی والے لوگ مکان نہیں بنالیتے؟ کیا بڑے بڑے محلات میں رہنے
والے لوگ بھکاری نہیں بن جاتے؟ تو اب یہ سب اللہ کی طرف سے انتظام لیکن
اللہ تعالیٰ نے بندوں کو بھی ذمہ داری دی ہے۔ان کو صلاحیت دی ہے۔ان کے اندر
توانائی ڈال دی ہے تاکہ وہ محنت مزدوری کرکے اپنا گزارہ کریں۔تو اب یہ بھی
اللہ ہی کی طر ف سے ہوگیا۔اب جہاں تک قسمت کا تعلق ہے بدنصیب اور
بدقسمت اور فلاں اور اللہ کی طرف سے ہے ۔ بلاشبہ اللہ کی طرف سے ہے
لیکن اللہ کی طرف سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا دسترخوان پھیلا دیا ہے آپ
جتنی محنت مزدوری کریں گے پائیں گے یا جتنی آپ مشقت کریں گے اسی حساب
سے آپ کو کھانا مل جائے گا۔ اب یہ آپ نے دیکھا ہوگا کراچی میں جب بھی گاڑی
کھڑی ہوتی ہے کسی چوراہے پر وہ لوگ پیسے مانگتے ہیں۔آپ یہ دیکھیں اس
سے زیادہ کوئی مشقت ہوسکتی ہے؟ دھوپ ، گرد وغبار، دھواں، تیل کی بدبواور
سارے دن گاڑی کے چکر لگارہے ہوتے کسی نے ایک روپیہ دے دیا کسی نے ایک
روپیہ دے دیا ، کسی نے آٹھ آنے دے دیا کسی نے کہا معاف کرو۔ کیا اس میں
محنت نہیں ہے؟ بھئی آپ کرسی پہ بیٹھ کے کام کرتے ہیں۔ ایک آدمی سفیدی
کرتا ہے۔تو سفیدی کرنے میں زیادہ محنت ہے یا وہاں چوراہے پر کھڑے ہوکر
بھیک مانگنے میں زیادہ محنت ہے؟ کس میں زیادہ محنت ہے بھئی؟ اب اس نے
اپنے لئے بھئی مشقت اسی مشقت کا انتخاب کیا ٹھیک ہے اللہ تعالیٰ نے کہا تو ایک
روپیہ لے لے ۔ دوسرا آدمی کاریگر ہوجاتا ہے ۔ کچھ لوگ پڑھ لکھ جاتے ہیں۔
کون دنیا میں ایسا آدمی ہے جو تعلیم کی اہمیت کو نہیں جانتا؟ ہمیشہ تعلیم
یافتہ لوگ ہی برسر اقتدار رہے ۔ ہمیشہ تعلیم یافتہ لوگوں کے ہی ہاتھ میں
حکومتیں رہیں۔بھئی سب جانتے ہیں یا نہیں جانتے؟ لیکن بچے ہیں پڑھ کے ہی
نہیں دیتے۔اس میں اللہ میاں کا کیا قصور ہے؟ بھئی یہ اللہ میاں کا قصور جب
ہوتا نعوذ باللہ آپ کہتے کہ غریب کے بچے کو دماغ ہی نہیں دیا۔امیر کے بچے کو

دماغ ہی دماغ دے دیا۔دماغ تو دونوں کے پاس ہے۔امیر اپنے بچے کو ......ے غریب
اپنے بچے کو جیسے ہی وہ بڑا ہوتا ہے وہ کہتا ہے کام پہ لگ یار پیسے لے کر آ۔تو
آپ اللہ کی طرف سے نہیں کہہ سکتے۔اللہ کا ایک نظام ہے ۔ پھر آپ اس آیت
کا ورد کریں ... ان اللہ یرزق من یشاء بغیر حساب... اللہ تعالیٰ نے رزق وافر
مقدار میں ساری دنیا میں بکھیر دیا ہے۔اب تھوڑی سی مشقت کریںآپ کو سیب
مل جائے گااب آپ مشقت نہ کریں تو آپ کو بیر بھی نہیں ملے گا۔تو یہ بھی اللہ
تعالیٰ کی طرف سے ہے۔اب یہ بات تو آپ لوگوں کے ذہن میں آگئی ہوگی کہ یہ
دنیا مسافر خانہ ہے۔اس دنیا میں رہنے والے سب مسافر ہیں۔اور اس دنیا میں
مسافرخانے کے انتظامات سارے قدرت کے ہاتھ میں ہے۔اور جو بھی ضروریات
ہیں کپڑا ہے، لتّا ہے، کھانا ہے پینا ہے، وہ قدرت آپ کو فراہم کرتی ہے۔جی اس
میں ابھی کوئی کسر ہے سمجھنے میں؟ ہیں؟ سمجھ گئے ناں سارے؟ اب پھر وہ
سوال ہے کہ یہ مسافر خانہ بنا کیوں؟اس مسافر خانے میں ہمیں بھیجا کیوں
گیا؟ ہماری مرضی کے بغیر بھیجا گیا۔ اب کہیں کہ اللہ میاں ہماری مرضی کے
بغیر بھیج دیا۔ہم کیا کریں ؟ بھئی اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کی مرضی کے بغیر بھیجا تو
آپ کا انتظام بھی تو کیا ہے۔کیوں بھیجا اللہ نے؟ حضور پاک ﷺ سے جو بات اللہ
تعالیٰ نے فرمائے ہیں براہ راست اس کو حدیث قدسی ... اور اللہ اور حضور یہ
فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے وہ حدیث قدسی ہے۔تو حدیث قدسی یہ
ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ... میں نے یہ مسافرخانہ اس لئے بنایا کہ اس میں
رہنے والے مسافر یہ تلاش کریں کہ اس مسافرخانے کا بنانے والاکون ہے۔ اور وہ
کون ہستی ہے جس نے اس مسافر خانے میں ضرورت کی ہر چیز فراہم کردی
ہے۔ہمیں پتہ نہیںلیکن چیزیں ہمارے لئے موجود ہیں۔آپ نے دیکھا ہوگا موسم
میںایک دم دیکھیں گے آپ خربوزے آگئے۔لو بھئی خربوزے آگئے۔اس کا مطلب ہے
آپ کو ابھی پتہ ہی نہیں تھا کہ خربوزوں کا موسم آگیا۔یہ مطلب ہوا ناں؟ لیکن
قدرت کو پتہ ہے آ پ کو خربوزے کھانے ہیں۔ قدرت فراہم کردیتی ہے۔اللہ تعالیٰ
فرماتے ہیںمیں نے یہ مسافرخانہ اس لئے بنایا تاکہ مسافرجن کو میں نے ضرورت
کی ، آسائش کی، آرام کی ہر چیز مہیا کی مجھ سے رابطہ کریں۔یہ سمجھنے
کی کوشش کریںکہ مسافر کا اصل مالک کون ہے۔ دیکھئے آپ کسی کمپنی میں
کام کرتے ہیںآپ کویہ ضرور کھوج رہتی ہے اس کا مالک کون ہے۔بھلے آپ کی
ملاقات ہو نہ ہو۔آپ کو یہ پتہ ہوتا ہے اس کا مالک کون ہے۔ہوتا ہے یا نہیں
ہوتا؟ تو اب اللہ تعالیٰ تو بہت ہی بڑے ہیں۔تو اللہ تعالیٰ بھی یہ چاہتے ہیں کہ
اس مسافر خانے میں رہتے ہوئے اللہ کی نعمتیں کو استعمال کرتے ہوئے اس
مسافرخانے کے مالک سے آپ کا تعارف ہو۔کنت کنزا مخفیا......میں چھپا ہوا
خزانہ تھامیں نے محبت کے ساتھ مخلوق کو اس لئے پیدا کیا تاکہ مخلوق مجھے
پہچانے۔اچھا اللہ تعالیٰ کو پہچاننے میں آپ بتائیے اللہ تعالیٰ کا کیا فائدہ ہے؟ کیا
فائدہ ہے اللہ تعالیٰ کا؟ یعنی اگر آپ اللہ تعالیٰ کو پہچانیں تو اللہ تعالیٰ کا کوئی
فائدہ ہے یا آپ کا فائدہ ہے؟ تو یہاں بھی اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیںکہ مزید تمہیں

فوائد حاصل ہوں۔اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتے ہیںکہ جو لوگ میرا تعارف حاصل
کرلیتے ہیںمیرے دوست بن جاتے ہیں۔یعنی اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیںکہ جو مخلوق
میں نے پیدا کی مخلوق سے مراد انسان وہ مجھ سے دوستی کرے۔میں اس کا
دوست ہوں۔ہمدرد ہوں۔خالق ہوں۔ مالک ہوں۔ رب ہوں۔ وہ مجھ سے
دوستی کرے۔مجھ سے تعلق قائم کرے۔ مجھ سے باتیں کرے۔ اپنی خواہشات کا
اظہار کرے تاکہ میں پورا کروں۔حضور قلندر بابا فرمایا کرتے تھے کہ یہ انسان
بھی عجیب جانور ہے اپنے جیسے مجبور انسانوں سے توقعات قائم کرتا ہے ۔ جو
خود مجبور ہے وہ کسی کی توقع کیا پوری کرے گا؟ بھئی اللہ تعالیٰ سے توقع قائم
کرو ۔ فرمایا کرتے تھے ایک دن میں ایک بندے ایک لاکھ خواہش اللہ سے اگر قائم
کرے تو اللہ کے لئے کوئی مشکل نہیں اس کو پورا کرنا۔لیکن انسان توقع ہی
انسان سے کرتا ہے۔وہ انسان کو ہی سمجھتا ہے اپنا نعوذ باللہ اپنا خدا ہی
سمجھ لیتا ہے ۔ کسی فرم میں کام کرے گا تو کہے گا یہ میرا مالک ہے۔ حالانکہ
آپ اس کا کارخانہ چلا رہے ہیں۔آپ نہ ہوں تو اس کا تو کارخانہ ہی نہیں چلے
گا۔ آپ اسے مالک کہہ رہے ہیں۔کوئی زمیندار ہے اس کو کسان کہتا ہے میرا
مالک ہے۔ حالانکہ مالک اور قادرتو اللہ کے علاوہ کوئی نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ یہ
چاہتے ہیں کہ انسان مسافر یہ بات جان لے کہ اس دنیا کا بنانے والا اللہ ہے اور
اللہ اپنی مخلوق سے محبت کرتا ہے۔ساتھ ساتھ اللہ یہ بھی چاہتا ہے کہ مخلوق
مجھ سے محبت کرے اور میرے سے اس کا تعلق قائم ہو۔اب تعلق کس طرح قائم
ہو؟ یہ بات تو سمجھ میں آگئی ۔ اب اس کے دو راستے ہمارے سامنے اس کے
کھلے ہوئے ہیں۔ایک راستہ مسافر ...... ہم لوگ رہتے ہیں۔ایک راستہ تو یہ
ہوگیا۔کہیں بھی ہم جائیں گے کہیں نہ کہیں دیوار ملے گی۔مثلاً آپ دنیا ... پوری
دنیا کی بھی اگر آپ حد بندی کریںتو اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ دنیا سے باہر
نہیں نکل سکتے۔ دنیا سے باہر نکلنے کا مطلب ہے دنیا کی حد بندی ہوگئی۔
جیسے یہ کہا جائے کہ صاحب عظیمیہ جامع مسجد میںآپ رہیں گے اس سے باہر
نہیں نکل سکتے۔اس کا کیا مطلب ہوا کہ یہ مسجد جو ہے آپ کے لئے ایک حد
بندی ہوگئی۔دیوار ہی بن گئی ناں؟ دیوار کا مطلب ہے رکاوٹ۔جس کو آپ پار
نہ کرسکیں۔تو ایک راستہ تو ہمارے لئے یہ ہے کہ ہم دنیا میں جب تک رہیں گے
اس وقت تک دنیا سے آزاد نہیں ہوسکتے۔ ٹائم اسپیس میں بند رہیں گے۔قید
رہیں گے۔عمر میںقید رہیں گے۔بچپن میں قید رہیں گے۔جوانی میں قید رہیں
گے۔بوڑھاپے میں قید رہیں گے۔گھر میں قید رہیں گے۔ شہر میں قید رہیں گے۔
یعنی قید و بند سے آپ آزاد نہیں ہوسکتے۔یا ہوسکتے ہیں؟ زور سے بولیں یار آپ
لوگ سو تو نہیں رہے کہیںکہ خواہ مخواہ میں تھک رہا ہوں آپ سو رہے ہیں؟
نہیں آپ کو اگر نیند آرہی تو ختم کریں؟ تو آپ دنیا میں تو بند ہیں ناں؟ اچھا اب
یہ تلاش کرنا ہے کیا اس دنیا میں رہتے ہوئے کوئی ایسا راستہ ہے کہ ہم آزاد
ہوں؟ کوئی ایسا راستہ ہے کہ ہم یہاں سے آزاد ہوکر غیب کی دنیا میں جانے کا
کوئی راستہ ہمارے پاس ہو؟ ہے؟ کونسا ہے؟ ہیں جی؟ روحانیت تو دیکھی

نہیںتجربہ میں ہے ہی نہیں۔ جو تجربہ میں ہو وہ بتاؤ بھئی۔مراقبہ میں تو
کامیابی ہوگی تو کچھ ہوگا۔ ایک راستہ ہے کہ ہر آدمی جواس دنیا میںچلتا ہے
پھرتا ہے محنت مزدوری کرتا ہے وہ لازماً سوتا ہے۔سوئے بغیر بیداری کا وجود
نہیں ہے۔یعنی سوئے بغیر کوئی آدمی زندہ ہی نہیں رہ سکتا۔پوری تاریخ میں
اور بیدار ہوئے بغیر بھی کوئی آدمی زندہ نہیں رہ سکتا۔جس طرح سونا مجبوری
ہے اسی طرح بیدار رہنا بھی مجبوری ہے۔تو اب ہمارے پاس دو راستے ہیں۔ایک
بیداری کا راستہ ہے۔اور ایک سونے کا راستہ ہے۔تو بیداری کے راستے میں ہم
کچھ بھی کریںپابندی سے آزاد نہیں ہوسکتے۔مثلاً اگر آپ یہاں سے نکل کے وہاں
وضو خانے تک جائیںآپ مجبور ہیں زمین کے اوپر چلیں۔جب تک زمین کے اوپر آپ
کا پیر نہیں پڑے گاجب تک زمین آپ کو کھینچ کر اس بات کا احساس نہیں دلا دے
گی کہ آپ کا پیر زمین پر رکھا گیا ہے آپ دوسرا قدم نہیں اٹھاسکتے۔یا اٹھا سکتے
ہیں؟ اور اگر زمین آپ کا پیر نہیں پکڑے گی آپ گر جائیں گے چل نہیں سکتے۔
ہوتا ہے ناں آپ دیکھیں سیڑھیوں پہ چلتے یا اترتے تو ایک سیڑھی بیچ میں سے
نکل جاتی ہے ذہن سے آدمی گر جاتا ہے۔یا کبھی آپ جارہے ہیں ذرا سی بس
چار پانچ انچ کا فرق ہوتا ہے زمین کا اوپر نیچے کا آپ

unbalance

ہوجاتے ہیں۔ زمین پر پیر نہیں رکھا جاتا آپ گر جاتے ہیں۔تو آپ کی مجبوری
ہے کہ جب تک یہ زمین آپ کا پیر پکڑ کے آپ کو یہ احساس نہ دلا دے کہ زمین
سخت ہے آپ دوسرا قدم نہیں اٹھاتے ... اٹھا ہی نہیں سکتے۔یہ مجبوری ہے۔
اسپیس کی مجبوری ہے۔لیکن جب آپ سوجاتے ہیںتو وہاں زمین تو ہوتی ہے
لیکن زمین آپ کے پیر نہیں پکڑتی۔ آپ اپنے اندر سے نکلے ، اڑے ، نیچے زمین بھی
نظر آرہی ہے اوپر آسمان بھی نظر آرہا ہے ۔ ہوا کی خنکی بھی آپ محسوس
کررہے ہیں یا گرمی بھی محسوس کررہے ہیںلیکن زمین پیر نہیں پکڑ رہی ہے۔
ساتھ ساتھ یہ بھی ہے کہ جب کہیں جاکر آپ رکتے ہیںتو خواب میں بھی زمین
پیر پکڑ لیتی ہے۔اگر زمین آپ کے خواب میں پیر نہیں پکڑے گی تو آپ کھڑے
کیسے ہوں گے؟ آپ نے دیکھا ہوگا ناں کہ خواب میں آپ اوپر چڑھ رہے ہیں، اوپر
چڑھ گئے اور نیچے دیکھ رہے ڈر لگ رہا ہے لیکن جہاں آپ اوپر کھڑے ہیں وہاں
آپ کو اس بات کا احساس ہے کہ آپ وہاں کھڑے ہیں۔تو اب آپ کے اندر چلنے
کی تین طرزیں قائم ہوئیں۔یہ آپ لوگ ذرا بہت غور سے سنیں اور اسے یاد بھی
رکھیں اور اپنے بچوں کو بھی جاکر سنائیں۔پتہ نہیں میں کتنے دن کا ہوں میں ...
میرا خیال ہے شاید ہی کوئی بندہ ایسا ہوگا جو یہ باتیں آپ کو سمجھادے۔
دیکھیں میں یہ اس لئے سمجھاتا ہوں میری ڈیوٹی لگی ہوئی ہے اوپر سے کہ
ذہنوں کے اندر رسول اللہ ﷺ کی وہ تعلیمات داخل کردیں جو روحانیت سے متعلق
ہیں۔چودہ سو سال ہوگئے آج تک روحانیت کا نام ہی نام سنا ہے تشریحات کی
ابھی چونکہ اجازت نہیں تھی ہمارے بڑوں کو اس لئے انہوں نے نہیں کی۔ جتنی

انہیں اجازت مل گئی انہوں نے کردی۔اس میں میں اپنی کوئی قابلیت ظاہر نہیں کررہا ہوں۔میری ڈیوٹی ہے میرا یہ فرض ہے کہ میں آپ کے ذہنوں کو اس قابل کردوں یا آپ کے ذہنوں میں ایسی نالج ڈال دوں کہ آپ اپنی نسلوں کو اسے سمجھا دیں تاکہ آپ کچھ نہیں کرسکے ، میں کچھ نہیں کرسکا تو ہماری نسلیں تو آگے کام کریں۔خواب میں آپ چلے۔ زمین پر پیر نہیں ہے۔آسمان بھی ہے ۔ سمتوں کا تعین بھی ہے۔سورج بھی نظر آرہا ہے۔ہوا بھی ٹھنڈی گرم آپ محسوس کررہے ہیں۔اگر ماحول میں گھٹن ہے وہ بھی آپ محسوس کررہے ہیں۔ماحول میں کوئی دہشت ناک منظر اسی طرح موجود ہوتی ہے جس طرح بیداری میں زمین میں۔ا س کا مطلب یہ ہوا کہ آپ تین طرح سے ... ایک یہ کہ gravity آپ مجبور ہیں کہ زمین آپ کا پیر پکڑے۔یعنی

ہو، کشش ثقل ہو تب آپ چل پھر سکتے ہیں۔ایک صورت یہ ہے کہ آپ چل رہے ہیںکشش ثقل نہ ہو

gravity

نہ ہوآپ چل رہے ہیںلیکن جب آپ کا قیام ہوگا تو وہاں بھی

gravity

اور کشش ثقل کا ہونا ضروری ہے۔اس کا مفہوم یہ نکلا کہ جب آپ سوتے ہیںسونے کی حالت میں جو آپ کا سفر ہے یا سونے کی حالت میں آپ کی جو چلت پھرت ہے وہاں آپ آزاد بھی ہیںاور کشش ثقل کے پابند بھی ہیں۔ زمین پر نہ آپ آزاد ہیں اور نہ کشش ثقل سے آزاد ہیں۔لیکن خواب میں آپ کشش ثقل کے بغیر بھی چلتے ہیںاور کشش ثقل میں وہاں کھڑے ہوکر باتیں بھی کرتے ہیں۔ اب یہ تین رفتاروں کا آپ کو پتہ چلا۔اب جب ہم دنیا میں رہتے ہیں جس کو ہم نے مسافر خانہ کہا ہے۔تو وہاں تو سوائے پابندی کے ہمیں کچھ نظر ہی نہیں آتا۔پھر دوسری بات یہ ہے کہ جب ہم اس دنیا میں آگئے تو غیب کی دنیا سے چل کر اس دنیا میں آئے ہیں۔ یعنی ہم جہاں بھی تھے عالم ارواح جہاں بھی ہے غیب ہی کی دنیا ہوئی ناں؟ پیدا ہونے سے پہلے ہم جہاں بھی تھے غیب کی دنیا میں تھے یہاں آگئے عالم ظاہر میں آگئے ۔ عالم ظاہر سے نکل کر عالم غیب میں جانے کے لئے ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہمارے اوپر سونے کی حالت غالب ہو۔نیند کی حالت غالب ہو۔اور جب ہمارے اوپر نیند کی حالت غالب ہوتی ہے ہم نہ چاہتے ہوئے بھی عالم ظاہر سے نکل کر عالم غیب کی دنیا میں سفر کرتے ہیں۔مثلاً اب خواب میں کسی آدمی نے فرشتے دیکھا۔فرشتے تو غیب ہی ہوا۔خواب میں کسی آدمی نے سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کی۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو یہ سعادت عطا فرمائے تو عالم غیب میں ہی حضور پاک ﷺ ہوئے ناں؟ خواب میں کسی آدمی نے اللہ میاں کو دیکھا۔تو ظاہر ہے وہ بھی عالم غیب میں ہی دیکھنا ہوا۔اب اس کا مطلب یہ ہوا کہ عالم غیب میں اور عالم ظاہر

میں دیکھنے کی دونوں صلاحیتیں ہر انسان کے اندر موجود ہیں۔صرف اتنا کرنا ہے کہ جس طرح ہم چھوٹے بچے کو گود میں لے کر کوداتے ہیں کہ اس کی ٹانگیں مضبوط ہوں اس کے ذرا پیر زمین پر جمائیں کبھی تکیے پہ کوداتے ہیںکبھی پیٹ پہ کوداتے ہیں، کبھی سینے پہ کوداتے ہیں۔ بھئی کوداتے نہیں بچوں کو؟کیوں کیوں؟ مضبوط ہوں ٹانگیں کے پیر جو ہیں وہ کشش ثقل کے عادی ہوجائیں۔تو اسی صورت سے اگر ایک چھ فٹ کے آدمی کو کوئی استاد مل جائے اور وہ بچے کی طرح اسے کودانے لگے تو عالم غیب میں اس کے پیر جم جاتے ہیں۔ وہی پیرومرشد ہے وہی استاد ہے۔جس طرح آپ چھوٹے بچے کو گود میں ایسے اچھالتے ہیں، کوداتے ہیں، اس کی کمر بھی مضبوط ہو، اس کی ٹانگیں بھی مضبوط ہوںاسی طرح وہ مرشد یا استاد جو بھی ہے وہ چھ فٹ کے بچے کو گود میں لے کر کوداتا رہتا ہے اور آہستہ آہستہ اس کے پیروں میںاور ٹانگوں میں اتنی سکت پیدا ہوجاتی ہے کہ وہ خواب کی زندگی میںجہاں چاہے رک جاتا ہے جہاں سے چاہے چل پڑتا ہے۔جب چل پڑتا ہے تو کشش ثقل سے آزاد ہوجاتا ہے اور جب رک جاتا ہے تو اس کی کشش ثقل اسی طرح قائم ہوجاتی ہے جس طرح دنیا میں وہ چلتا پھرتا ہے ۔تو اب یہ بات آپ لوگوں کے سمجھ میں آگئی انشاء اللہ کہ ہر انسان کے اندر اللہ تعالیٰ نے دو صلاحیتیں رکھی ہیں۔ایک صلاحیت وہ ہے کہ آدمی اس دنیا میں مسافر کی حیثیت سے جب رہتا ہے تو وہ پابند ہے۔پابندی سے اس کی جان چھٹتی ہی نہیں ہے۔دن بھر بارہ گھنٹے وہ پابند رہتا ہے اور جب وہ سو جاتا ہے تو بارہ گھنٹے وہ پابندی سے آزاد ہوجاتا ہے۔المیہ یہ ہے کہ ہماری وہ جو آدھی زندگی بارہ گھنٹے کی ہے آزادی کی ہم اس کی طرف نہ کبھی متوجہ ہوتے ہیں، نہ اس پر غور و فکر کرتے ہیںاور نہ ہمیں کسی نے بتایاکہ بھائی وہ بھی ایک زندگی ہے۔ حالانکہ وہ زندگی ہے۔تو اللہ تعالیٰ نے یہ جو فرمایا کہ میںنے مخلوق کو اس لئے پیدا کیا تاکہ مخلوق مجھے پہچانے تو اب پہچاننے کے لئے ضروری تھا کہ اللہ تعالیٰ ایک ایسا نظام قائم کریںکہ جس نظام میں اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ایک پردہ ہو۔اگر پردہ نہیں ہوگا تو کوشش اور جدوجہد بے کار ہوجائے گی۔ہو ہی نہیں سکتا۔پردہ ہوگا تو کوشش کریں گے ناں اس پردے کے پار جانے کی۔تو یہ جو دنیاوی نظام ہے جو پابند بنادیاٹائم اسپیس کی پابندی ہوگئی۔مثلاً ایک آدمی کی پچاس سال یا ساٹھ سال عمر ہے۔تو اس کے تیس سال جو ہیں اس کے پابند حواس کی زندگی ہے۔اور اس کے تیس سال جو ہیںوہ آزاد حواس کی زندگی ہے۔ہماری بدنصیبی یہ ہے کہ ہم نے وہ تیس سال جو پابند زندگی ہے اسے زندگی کا مقصد بنالیا۔پستی یہاں سے شروع ہوگئی۔اور ہماری جو آدھی زندگی تیس سال کی ہے آزاد زندگی اس کی طرف ہم نے کبھی توجہ ہی نہیں کی۔اولیا اللہ آتے رہے۔ بیچارے وہ انہیں سنگسار کرتے رہے ،مارتے رہے ، پیٹتے رہے، قتل کرتے رہے۔انہوں نے بھی سوچا کہ بھئی جب یہ سنتے نہیں تو چھوڑو اپنا گوشہ نشین ہوکر بیٹھ جاؤ جھونپڑیوں میں۔ لیکن اس میں کچھ لوگ اللہ تعالیٰ ایسے بھی پیدا کرتے ہیں کہ بھئی تمہیں ماریں، پیٹیں،

گالیاں دیں، برا ک□یں بھلا ک□یں، قتل کریںتم□یں بات پ□نچانی □□□اب ڈیوٹی لگ
جاتی □□ تو بات پ□نچانی □وتی □□□تو روحانیت سیکھنا......□ جب تک آدمی دن
ک□ حواس س□ ن□یں نکل جاتا اس□ نیند ن□یں آتی□نیند ک□ آغوش میں جاتا □ی
ن□یں □□□ی□ جو لوگ ک□ت□ □یں ناں ک□ ب□ خوابی □وگئی□ نیند ن□یں آر□ی□□وتا
□□ ناں آپ ن□ ... گولیوں س□ بھی ن□یں آتی□و□ ان ک□ اوپر نیند ک□ حواس اس کا
اتنا غلب□ □وتا □□ و□ ٹوٹت□ ن□یں □یں اسی لئ□ ن□یں آتی□لیکن جیس□ □ی نیند ک□
حواس غالب □وں گ□ آدمی بیداری س□ رخصت □وکر سوجائ□ گا□اب ی□ دوسری
بات جو سمجھ لی ... اب میں ختم کرر□ا □وںمیں دیکھ ر□ا □وں آپ لوگ تھک
گئ□ □یں□ تو ی□ جو حواس □یں ... درج□ بندی حواس کی □□ و□ دنیا ک□ حواس
□وںیا غیب کی دنیا ک□ حواس □وںاس میں رفتار زیر بحث آتی □□□آپ پیدل چلیں
ایک گھنٹ□ میں تین میل چلیں گ□□سائکل پ□ چلیںایک گھنٹ□ میں دس میل چل چلیں
گ□□کار میں چلیںکم س□ کم ایک گھنٹ□ میں ساٹھ میل تو چل □ی لیں گ□□□وائی
ج□از میں چلیں اس میں سینکڑوں میل ک□ حساب س□ آپ چل لیں گ□□تو ی□
جتنی آپ کی رفتار تیز □وگی اسی مناسبت س□ اسپیس زیاد□ لپٹتی ر□تی □□□
ار□ یار کوئی نعر□ وعر□ لگادو ذرا ... نعروں س□ کچھ تو □وگا□□م تو نعر□ بھی
ن□یں لگات□ ناں□نعر□ تکبیر چلو زور س□ ک□و ذرا □ زور س□ زور س□ لگاؤ□پت□ تو
چل□ مولوی صاحب وعظ کر ر□□ □یں□ تو اسپیس دیکھیںاب آپ □م ی□ ک□یں گ□
ک□ جب □م چل ر□□ □یں□م ن□یں چل ر□□ □یں زمین لپٹ ر□ی □□□□م ی□ ک□□
ر□□ □یں ک□ ایک قدم دو قدم تین قدم چار قدم □م چل□ بھئی □م تو □م □ی
ر□□□ی□اں س□ جب □م و□اں تک گئ□ میر□ میں کیا تبدیلی آگئی؟ لیکن زمین میں
تبدیلی آگئی□ی□اں س□ و□اں میں□ یعنی زمین لپٹ گئی□اب آپ اس□ یوں ک□یں
جب □م پیدل چلت□ □یںتو زمین لپٹتی □□□اب پیدل چلیں گ□ زمین کم لپٹ□ گی□
سائکل پ□ چلیں گ□ زیاد□ لپٹ□ گی□اور آپ دیکھیں جب گاڑی میں جات□ □یں ناں
کار میں آگ□ بیٹھ□ □وئ□ □وں اور گاڑی کی اسپیڈ زیاد□ □وتو سڑک یوں نظر آتی
□□□دیکھا □□ کبھی؟ کتن□ لوگوں ن□ دیکھا □□ □اتھ اٹھائیں□اتن□ لوگوں ن□ زمین کو
لپٹت□ دیکھا اور کبھی غور ن□یں کیا□تو اس کا مطلب □□ □م ن□یں چل ر□□
□یںاسپیس لپٹ ر□ی □□□ اگر اسپیس لپٹ□ گی ن□یں آپ ایک قدم ن□یں چل سکت□
گر جائیں گ□□چل □ی ن□یں سکت□□تو اب ی□ی بات غلط □وگئی ک□ □م چل ر□□
□یں□ □م ن□یں چل ر□□ □یں□ زمین لپٹ ر□ی □□□اب آپ جتنی رفتار کا ذریع□
تیز □وجائ□ گازمین جلدی لپٹ جائ□ گی□اب آپ سون□ میں آجائی□□اب سون□ میں
جب آپ اپن□ جسم س□ با□ر جات□ □یںتو پیروں ک□ نیچ□ تو زمین تو □وتی ن□یں
□□□تو اس کا مطلب □وا ک□ آپ کی رفتار اتنی تیز □وگئی ک□ زمین تو لپٹ ر□ی
□□ لیکن آپ کو زمین پر پیر رکھن□ کا احساس ن□یں □□□□م ن□ ج□از میں بیٹھ کر
... جب و□ ج□از اڑن□ ک□ لئ□ چلتا □□ ناںتو ایسا لگتا □□ ک□ زمین یوں □وگئی ...
زمین ایس□ ایس□ □وگئی□کبھی ج□از میں کوئی بیٹھ ک□ زمین کو دیکھ□ تو لپٹتی
□وئی لگتی □□ ایس□ ایس□ ایس□□ تو اسپیس تو □□ سون□ کی زندگی میں اسپیس

تو ہے آپ اس پہ چل بھی رہے ہیلیکن وہ زمین اس طرح تیزی سے لپٹ رہی
ہے کہ آپ کو یہ احساس نہیں ہورہا کہ آپ کا زمین پر پیر ہے۔بالکل اس طرح
جس طرح آپ ہوائی جہازمیں بیٹھتے ہیںتو آپ کو یہ احساس تھوڑی ہے کہ آپ
زمین پر چل رہے ہیں۔ لیکن آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہوائی جہاز جو ہے اس
کے نیچے سے زمین ہی ختم ہوگئی۔ یازمین ختم ہوگئی ہے یہ رہتی ہے؟ تو اب
یہ قانون آپ کو معلوم ہواکہ انسان نہیں چل رہا ہے زمین لپٹ رہی ہے۔
اسپیس لپٹ رہی ہے۔اور اس اسپیس کے لپٹنے کا تعلق کاہے پر ہے؟ رفتار پر
ہے۔ہوائی جہاز میں اور صورت ہوجائے گی۔سائکل پہ اور ہوجائے گی۔موٹر
سائکل پر اور ہوجائے گی۔اچھا آپ بھاگیں۔اب بھاگیںاب دیکھئے آپ ایک قدم یہاں
چلیں ایک قدم یہاں چلیں۔ اب آپ بھاگیںتو بھاگنے کا مطلب یہ ہے کہ جتنا آپ کا
لمبا قدم ہوجائے گا اسی مناسبت سے زمین زیادہ نکل جائے گی آپ کے پیروں میں
سے۔پھر وہی لپٹنے والا عمل ہوگیا۔تو جب ہم بیداری سے نکل کر سونے کی
حالت میں چلے جاتے ہیںتو وہاں ہماری رفتار تیز ہوجاتی ہے۔اتنی رفتار تیز
ہوجاتی ہے اتنی رفتار تیز ہوجاتی ہے کہ شعور کی رفتار جو بیداری میں کام
کرتی ہے وہ معطل ہوجاتی ہے۔یعنی ہم اس رفتار کو کسی صورت سے دنیاوی
حساب کتاب سے ناپ نہیں سکتے۔اور وہ جو رفتار ہے قرآن کے حساب سے
علمائے باطن یا علمائے روحانیت نے یا اللہ والوں نے اس کی جو تشریح کی ہے وہ
یہ بتاتے ہیں کہ ایک گھنٹے میں جتنا آدمی یہاں چلتا ہے تو خواب کی رفتار میں
وہ ساٹھ گھنٹے چل لیتا ہے۔ساٹھ گھنٹے میں اس زمین پہ چلیں گے خواب کے عالم
میں ایک گھنٹے میں چل لیں گے۔یہی وجہ ہے کہ جو کچھ آپ خواب میں دیکھتے
ہیںاس کی کڑیاں اس طرح نہیں ملا سکتے جس طرح آپ بیداری میں چیزوں کو
دیکھی ہوئی کڑیاں ملاسکتے ہیں۔ یہ دیکھا یہ دیکھا بھائی باقی بھول گیا۔ہوتا ہے
ناں خواب میں۔تو بھولتے نہیں ہیں ہم وہ نقش ہوتا ہے آپ کے ذہن میں لیکن
رفتار کی تیزی کا چونکہ آپ کو ادراک نہیں ہے بلکہ ادراک کیا میرا خیال ہے
پہلی دفعہ سنا ہوگا خواب میں رفتار بڑھ جاتی ہے۔اب پھر بات یہ کھلی کہ
انسان کے اندر دو رفتار کام کررہی ہے۔ایک ایک گنا رفتار۔ اور ایک ساٹھ ہزار گنا
رفتار۔ساٹھ ہزار گنا رفتار۔جب آدمی بیدار ہوتا ہے ایک گنا رفتار سے زندگی
گزارتا ہے۔جب آدمی سوتا ہے ساٹھ ہزار گنا رفتار سے زیادہ ۔ لیکن ہر چوبیس
گھنٹے میںآپ بارہ گھنٹے ساٹھ ہزار گنا رفتار سے چلتے ہیںاور بارہ گھنٹے ایک گنا
رفتار سے چلتے ہیں۔تو سونے کی جو زندگی ہے وہ آپ کی اپنی ہے یا میری ہے۔
میری زندگی میری ہے آپ کی اپنی ہے۔تو وہ ساٹھ ہزار گنا رفتار کس کی
ہوئی؟ جو سو رہا ہے اس کی ہوئی ناں۔تو اگر آپ اس رفتار سے واقفیت حاصل
کرلیںتو اللہ تعالیٰ کا جو فرمانا ہے کہ میں نے اس لئے پیدا کیا کہ لوگ مجھے
پہچانیںوہ مقصد پورا ہوجاتا ہے۔کوئی مشکل مرحلہ نہیں ہے۔بات یہ ہے ایک
تھیوری ہوتی ہے۔ ایک پریکٹیکل ہوتا ہے۔تھیوری یہ ہے کہ آٹے کی روٹی پکتی
ہے۔سب جانتے ہیں یہ ایک تھیوری ہے کہ بھئی آٹے کی روٹی پکتی ہے۔پریکٹیکل

کیا ہے۔ گیہوں لاؤ، صاف کراؤ۔ چکی پہ پسواؤ۔ آٹا گوندھو۔ آگ جلاؤ۔ توا رکھو۔ پھر روٹی ڈالو۔ لیکن مشکل مرحلہ ہمیشہ تھیوری کا ہوتا ہے۔ جب تک تھیوری نہیں معلوم ہوگی آپ کو اس وقت آپ اس علم سے آگاہ ہی نہیں ہوسکتے۔ تو اب تھیوری تو یہ ہے کہ آپ کی رفتار ... دو رفتاریں آپ کے اندر کام کررہی ہیں۔ ایک رفتار ایک گنا ہے۔ اور ایک رفتار ساٹھ ہزار گنا ہے۔ یعنی آپ بیداری میں ایک گھنٹے میں ایک میل چلتے ہیں تو خواب کے عالم میں آپ ایک گھنٹے میں ساٹھ ہزار میل چلیں گے۔ ٹھیک ہے ناں جی؟ رفتار آپ کی ہے۔ اچھا نہ صرف آپ کی رفتار ہے کا پریکٹیکل بھی ہورہا ہے۔ بھئی جب آپ خواب دیکھ رہے ہیں اپنی باڈی سے باہر نکل کر گھوم رہے ہیں پھر رہے ہیں ایسا کوئی بندہ پیدا نہیں ہوا جو خواب نہیں دیکھتا ہے۔ ایسا کوئی بندہ پیدا نہیں ہوا ہے جو خواب نہ دیکھتا ہو۔ تو اس کا مطلب ہے آپ کو تھیوری بھی آپ کو اللہ تعالیٰ نے بتادی سورہ ان انزلنہ فی لیلة القدر میں اور پریکٹیکل آپ کا روز کے روز کرادیا۔ اب آپ کا کتنا کام رہا؟ جی؟ کتنا کام رہا؟ کچھ بھی نہیں رہا۔ صرف اس طرف متوجہ ہونا ہے۔ اب اس متوجہ ہونے کے لئے اب ظاہر ہے استاد کے بغیر تو کام نہیں بنے گا۔ استاد کے بغیر تو بچہ الف بے تے بھی نہیں سیکھتا۔ استاد کے بغیر تو بچہ کھانا بھی نہیں سیکھتا۔ ماں باپ استاد ہی ہے ناں بچے کے۔ تھیوری آپ کے اندر ہے پریکٹیکل آپ کے اندر ہے۔ یعنی یہ سمجھ لیجئے کہ چراغ بھی ہے۔ تیل بھی ہے۔ اس میں بتی بھی ہے۔ ماچس بھی ہے۔ تیلی بھی ہے۔ بات اتنی سی ہے کہ آپ اس تیلی کو ماچس سے گھسنا نہیں جانتے۔ اس بندے کے پاس چلے جاؤ جو گھسنا جانتا ہے۔ گھس کے لگادے گا چراغ جل پڑے گا۔ کون سا مشکل کام ہے؟ میرا خیال ہے اب ختم کرنا چاہئیے۔ کافی ہوگیا۔ اب اس سلسلے میں ماشاء اللہ اتنی نئی نئی باتیں ہوئی ہیں اگر کسی صاحب کو مزید کوئی وضاحت درکار ہو، کچھ پوچھنا ہو، کچھ سمجھنا ہو تو مختصر سا سوال کرلیں پھر دعا کرتے ہیں۔

(سوال: خواب کی جو رفتار ہوتی ہے یکساں ہوتی ہے؟)

جی خواب کی رفتار یکساں ہوتی ہے۔ اب یہ جیسے بیداری کی رفتار یکساں ہے۔ لیکن وہ بیداری کی جو رفتار یکساں ہے وہ جوان آدمی کے لئے ہے۔ ایک اوسط آدمی جوان جو صحت مند ہو۔ اب ایک آدمی بیمار ہے بیچارہ لاغر ہے نحیف ہے۔ کمزور ہے۔ ظاہر ہے اس کی رفتار کم ہوجائے گی۔ خواب میں چونکہ بیماری تو ہوتی نہیں ہے۔ تو اس لئے خواب میں سب کی رفتار یکساں ہوتی ہے۔ جی اور کوئی صاحب؟

(سوال: خواب میں کیا انسان کی رفتار تیز ہوتی ہے صرف یا ہر چیز کی رفتار اشیاء کی رفتار؟)

ہر چیز کی رفتار ۔ زمین بھی چل رہی ہے۔ زمین ایک گھنٹے میں ساڑھے تین میل سفر کرلیتی ہے۔ زمین کی جو رفتار ہے ساڑھے تین میل ایک گھنٹے میں بتاتے ہیں ساڑھے تین میل سفر کرتی ہے۔ جب زمین سفر کررہی ہے تو زمین کے اوپر

درخت بھی سفر کررہے ہیں۔ زمین کے اوپر جو پہاڑ ہیں وہ بھی سفر کررہے
ہیں۔ زمین کے اوپر پرندے ہیں وہ بھی ...۔ اب دیکھئے ناںاب پرندوں نے گھونسلے
بنالیا درختوں کے اوپر ۔ اب یہ زمین ہے۔ یہاں ایک درخت لگا ہوا ہے ۔ یہاں پہاڑ
ہے۔ تو اب یہ درخت کے اوپر گھونسلے بنا ہوا ہے ۔ یہاں ایک

valley

ہے۔ یہاں ایک چرند ہے ۔ اب جب زمین پوری یوں چلے گی محوری اور طولانی
گردش میںتو درخت بھی چل رہا ہے۔ درخت کے اوپر چونکہ پرندوں کے گھونسلے
ہیںوہ بھی چل رہے ہیں۔ پہاڑ بھی چل رہا ہے۔اس ویلی میں جو جانور ہیں وہ
بھی چل رہے ہیں۔تو یہ ایک پلیٹ ہے۔ اس پلیٹ میں آپ نے درخت بھی لگا دیا۔
ایک بکری بھی کھڑی کردی۔بہت بڑی پلیٹ بنالو ناںاس میں ایک بھیڑ کردو۔ بکری
ایک ادھر بٹھادو۔ درخت ایک لگادو۔اب اسے آپ گھمائیںتو اس پلیٹ کے اوپر جو
کچھ ہے سبھی چلے گا۔تو جب زمین چل رہی ہے۔ محوری اور طولانی گردش
میںہر چیز چل رہی ہے۔اب زمین کی گردش دو ہوتی ہیں۔ ایک طولانی گردش
ہوتی ہے۔ ایک محوری گردش ہوتی ہے۔یعنی زمین جو ہے۔ طولانی اور محوری
گردش کو سمجھنے کے لئے لٹّو کی مثال بہت اچھی ہے۔لٹو میں آپ ڈوری باندھ
کے اسے ایسے پھینک کے ایسے کرتے ہیں ناںتو لٹو جب چلتا ہے۔ تو یوں نہیں چلتا ہے۔
ایسے ایسے چلتا ہے۔یعنی گول بھی چلتا ہے۔ اور آگے کو بھی بڑھتا ہے۔لٹو
ایک جگہ رک کے نہیں چلتا۔یا چلتا ہے؟ تو اس کامطلب ہے۔ زمین جو ہے۔ لٹو کی
طرح طولانی اور محوری گردش میںسفر کرتی ہے۔

جی؟

(......... سوال)

نہیں آپ جب یہاں جاگتے رہے۔ جاگتے رہے۔ سونے کے وقفے میں جاگتے رہے۔ اس لئے
آپ کی رفتار بڑھ گئی۔اس لئے آپ کے سونے کا وقت تھا۔ سونے کا ٹائم تھا۔ آپ
نے اس سونے کے وقت کو بیداری میں منتقل کیا۔اب چونکہ آپ کا شعور ابھی اتنا
طاقتور نہیں ہواکہ آپ ساٹھ ہزار گنا رفتار کو برداشت کرسکیںاس لئے شعور نے
اس رفتار کو اتنا ضرور برداشت کرلیاجتنی وہ بڑھ سکتی تھی۔ یہ مثال کے طور
پر یہاں جتنے لوگ بیٹھے ہوئے ہیںسب کے دماغ بھاری ہیں۔ سب کے دماغ فریش
نہیں ہیں بھاری ہیں۔ تو بھاری ہونے کا مطلب یہ ہے کہ شعور کی رفتار بڑھ
گئی ہے۔اور شعور کی رفتار ... نہیں لاشعور کی رفتار کی جو تیزی ہے۔ اس کو
شعور نے جتنی اس کے اندر برداشت ہے۔ اس کو محسوس کیا۔وہ محسوس کرنا
شعور کے اوپر ایک دباؤ ہے۔وہ دباؤ ہی اصل میں بھاری پن ہے۔اگر آپ کے ذہن
کی رفتار نہ بڑھتی تو آپ یہ دیکھیں جس وقت آپ یہاںعشاء کی نماز کے بعد
بیٹھے ہوئے تھے۔ اس وقت آپ کا ذہن کیسا تھا اب کیسا ہے؟ فرق ہے۔ ناں بھاری
پن ہے نہ ذہن میں؟ تو بھاری پن وہی ہے کہ جب آدمی بھاگتا ہے۔ تو تھکتا ہے۔ ہےتو

اب چونکہ آپ ساری رات بیٹھے رہے اور آپ نے اس بات کی کوشش کی کہ ساٹھ ہزار گنا رفتار سے ہم جس حد تک بھی قریب ہوسکتے ہیں ہوجائیں۔ اور وہ بیداری کا جو عمل ہے اس کے خلاف یہ عمل ہوااس لئے آپ کا دماغ تھکا تھکا سا ہے۔تھکا تھکا ہونے کا مطلب ہی یہ ہے کہ آپ کی رفتار بڑھی ہے۔اب جیسے جیسے ... اب جیسے ایک آدمی بھاگتا ہے تھوڑی دیر بھاگ کے تھک جاتا ہے۔ پھر دوسرے دن بھاگتا ہے پھرتیسرے دن بھاگتا ہے۔اور پھر وہ میلوں میلوں بھاگ لیتا ہے۔عادت پڑ جاتی ہے۔تو اسی طرح اگر بار بار شب بیداری کی جائے یعنی اس طرح شب بیداری کی جائے کہ شعور کے اوپر زیادہ وزن بھی نہ پڑے جب آپ تھک جائیں تو رک جائیںجیسے بھاگنے میں رکتے ہیںتو اسی پریکٹس سے آپ کی رفتار ساٹھ ہزار گنا ہوسکتی ہے۔اسی لئے روحانیت میں شب بیداری کی بڑی اہمیت ہے۔مراقبہ کی بڑی ... مراقبہ بھی ایک طرح کی شب بیداری ہے۔مراقبہ کا مطلب بھی یہی ہے کہ جو سونے کے حواس آپ کے اندر کام کرتے ہیں آپ ان کو متحرک کرتے ہیں مراقبہ کی حالت میں۔تھوڑی تھوڑی دیر بیس بیس منٹ بیس منٹ، آدھا گھنٹہ۔ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے بعض دفعہ تو دل ہی نہیں لگتا ہے ۔ آدمی کبھی ادھر بیٹھ رہا کبھی ادھر بیٹھ رہا۔اور جب آدمی نیند کے حواس میں چلا جاتا ہے خواب میںتو آنکھ کھولتا ہے تو پتہ چلا ڈیڑھ گھنٹہ گزر گیااور وہ حیرانی ہوجاتی ہے کہ یار ڈیڑھ گھنٹہ گزر گیا۔اچھا مچھر بھی خون پی پا کے چلے جاتے ہیںپتہ ہی نہیں چلتا۔اور اگر وہ ان حواس میں داخل نہیں ہوتا بیداری سے تو یہاں مچھر مارا یہاں مچھر مارا وہ کہتا ہے چھوڑو یار مچھروں کو... نام مچھروں کا لیتا ہے کہ مراقبہ نہیں کرنے دیا۔ اصل میں وہ خود ہی یکسو نہیں ہوتا۔وہ ہے ناں وہ ...فعل بد تو خود کرے نام برا شیطان کا۔اچھا جی ٹھیک ہے جی؟

(.........: سوال)

نہیں نہیں زمین خود حرکت میں ہے۔ اب آپ اسے یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ زمین ایک پلیٹ ہے۔ سمتوں کی آپ نے بات کی زمین ایک پلیٹ ہے وہ چل رہی ہے تو اس کا مطلب ہے آپ نہیں چل رہے ہیںآپ ایک طرح سے کھڑے ہی ہیں circumference زمین ہی چلا رہی ہے آپ کو۔ اب زمین اتنی بڑی ہے اس کا

قطر اتنا بڑا ہے کہ آپ اسے ناپ نہیں سکتے۔ اس لئے چلنے میں مشرق اور مغرب کی سمتوں کا تعین نہیں ہوگا۔اور مشرق ... ابھی دیکھئے ناں ابھی آپ یہاں کھڑے ہیںتو زمین تو یوں گھوم رہی ہے یہ سورج کا یہی تو حساب ہے ۔ ابھی آپ یہاں کھڑے ہیں۔ کہیں رات ہوگئی کہیں دن ہوگیا۔ کہیں رات ہوگئی کہیں دن ہوگیا۔پھر زمین گھوم رہی ہے۔ اور وہ اتنا بڑا وہ تھا ... ایک میں نے فلم دیکھی تھی امریکہ میں بہت بڑا ایک پہیہ تھا۔ میرا خیال ہے یہ جو پوری مسجد ہے نااس سے بڑا ایک تھا۔لکڑی کا بنا ہوا پہیہ تھا ایک لکڑی کا اور لوہے کا۔اس میں انہوں نے ہمیں کھڑا کردیا۔سامنے ایک صاحب نے کھڑے ہوکر تقریر

کی۔ایک اسٹیج سا تھا۔اور پھر وہ فلم چل پڑی۔وہ اسٹیج وہاں سے بدل گیا۔تو
ہمیں ... یوں دیکھ رہے تھے جب وہ فلم ختم ہوئی تو ہمارا منہ ادھر تھا۔پہیہ
چل رہا تھا وہ چاروں سمت جو تھی وہ اسکرین تھی اور بہت بڑی اسکرین
تھی۔پتہ نہیں امریکہ کے کون سے شہر میںبہت ہی خاص وہ تھا وہ اور ہمیں
بھی خاص طور سے لے کر گئے تھے۔ڈاکٹر فیاض۔تو وہ ... ہم نے کہا بھائی ہم تو
ادھر کھڑے تھے تو پتہ چلا کہ ہم جدھر کھڑے تھے ادھر ہی کھڑے ہیںخواہ مخواہ
ہی چاروں طرف دیکھ رہے ہیں۔اچھا وہ کیسے اندازہ ہواوہ جو اسٹیج انہوں نے
بنایا تھاجب وہ فلم چلی تو وہ اسٹیج انہوں نے زمین کے برابر کردیا۔اب جب ہم
نے غور سے دیکھاتو وہ اسٹیج زمین پر پڑا ہوا تھا۔ہم نے کہا ہم تو یہیں کھڑے
ہوئے ہیں۔ہم سمجھ رہے ہیں ہم ادھر گھوم گئے۔تو جتنی بڑی چیز ہوگی تو ویژن
جو آپ کا بنے گا تو اس پر تعین نہیں ہوتا۔

(سوال: ....)

میں نے آپ کو بتایا ناں جیسے آج آپ ساری رات جاگے تو اب یہ تھکان ہے۔ شعور
پہ رفتار بڑھی۔یا جیسے میں نے بھاگنے کی مثال دی کہ آدمی پہلے تھوڑی دور
بھاگتا ہے۔ پھر اور بھاگتا ہے۔ پھر اور بھاگتا ہے۔۔وہاں دلّی میںایک
اعلان ہوا کہ ایک صاحب جو ہیںبھینس اٹھا لیتے ہیںکندھے پہ۔تو بڑا جناب اس کا
اخباروں میں شور مچا ہم بھی دیکھنے گئے۔بھئی بھینس کیسے ایک آدمی اٹھالے
گا۔تودہلی کے جامع مسجد کے سامنے بہت بڑا ایک میدان ہے۔ اس کو اردو پارک
کہتے ہیں۔وہاں لوگ جمع ہوگئے۔تو جناب بہت بڑا ایک دائرہ بنا کر اس میں ایک
بھینس کھڑی ہوئی ہے۔ نہایت موٹی چمک دار صحت مند۔ وہ ایک آدمی دبلا سا آیا
اور اس نے یوں کرکے پوری بھینس کو اٹھا کے ایسے کندھے پہ رکھ لیا۔پورا چکر دے
کر دائرے کا اچھا خاصہ دائرہ تھااور بھینس کر رکھ دیا۔حیران پریشان لوگوں نے
بہت پیسے دئے۔انعام میں جیسے دیتے ہیں۔ تو وہاں کوئی صحافی بھی تھے
انہوںنے کہا بھئی یہ بتاؤ یہ کیسے؟ تم تو دبلے پتلے آدمی ہودس بارہ من کا وزن
کیسے اٹھالوگے؟ تو اس نے کہا کہ جی کہ یہ میری بھینس کا بچہ ہے۔ جس روز
سے یہ پیدا ہوا ہے۔ میںروز اٹھا رہا ہوں۔تو جب آپ مراقبہ کریں گے روز کریں گے
روز کریں گے روز کریں گے شعور اٹھا لے گاساٹھ ہزار گنا رفتار۔اچھا ایک سکت
کی بھی بات ہوتی ہے۔۔وہ حضور قلندر بابا نے سنایا۔ کہتے ہیں ایک مزدور تھاوہ
ڈھائی بوری کمر پہ اٹھالیتا تھا۔ڈھائی بوری کا مطلب ہے۔ ساڑھے سات من۔بہت
وزن ہے۔۔تو کہنے لگے وہاں بیٹھے ہوئے تھے ایک بنیا بھی تھا۔ تو اس نے بنئے نے کہا
لالہ جی نے کہ بس اس کی یہ آخری لمٹ ہے۔۔اس سے زیادہ یہ نہیں اٹھا سکتا۔
وہ اس نے بھی سن لیاجو مزدو رتھا۔تو آپس میں شرط ہوگئی کہ میں اتنے پیسے
دوں گا اس نے کہامیں اتنے پیسے دوں گااس نے کہا اتنے پیسے دوں گا تو اگر زیادہ
وزن اٹھالے۔۔وہ پیسے کی لالچ میں وہ تیار ہوگیامزدور۔تو اس نے ڈھائی بوری اس
کی کمر پہ لاد دی۔اور ایک چھٹانک لالہ جی نے بوری کے اوپر رکھ دی۔اس کی

کمر کی ہڈی ٹوٹ گئی۔تو اس کا مطلب ہے۔ اس کی پریکٹس میںڈھائی بوری کا
وزن آگیا تھا۔اگر وہ ارادے سے آدھا پاؤ وزن رکھ کے اٹھاتا کہ میں نے اور پریکٹس
بڑھانی ہے تو ممکن ہے وہ تین بوری اٹھالیتا۔ تو یہ بھی ایک راستے چلتے چلتے آپ
تھک جائیں گے یار اب کہاںاتنی دور جائیں گے چاہے سامنے ہی گھر نظر آرہا ہے
وہیں گر جائیں گے۔لوگ اٹھا کے لے جائیں گے۔یعنی آپ پندرہ میل چل کے آگئے
ہیںلیکن سامنے اب نہیں بھئی میں نہیں چل سکتا۔اب ہمت ہی نہیں وہیں گر
جائیں گے۔لیکن اگر آپ کہیں گے نہیں کیوں نہیں چل سکتا! جب پندرہ میل چل
گیا تو آدھا میل کیوں نہیں چل سکتا۔اب چل چلیں گے۔تو یہ انسان کا اپنے ارادے
کااور

will power

کا بھی اس میں براہ راست تعلق ہے۔پریکٹس سے انسان کی

will power

بڑھتی ہے۔ ول پاور سے رفتار بڑھتی ہے۔پہلے ہمیشہ آپ کی ول پاور بڑھے
گی۔ مثلاً اب یہ آپ اسکول جاتے ہیں۔ تو ماں باپ بچوں کو ... بچہ پہلے دن تو
بڑی خوشی خوشی جاتا ہے۔ بستہ ملے گا۔ پنسل ملے گی۔ یہ ملے گا۔ بعد میں
وہ ہوتا ہے ماں باپ گھسیٹ کے لے جاتے ہیں۔ یعنی ماں باپ اس کے اندر ول
پاور پیدا کررہے ہیںاسکول جانے کے لئے۔ اور پھر بچے جب اسے دلچسپی ہوجاتی
ہے پھر اماں کہتی ہے چھٹی کرو وہ روتا ہے چھٹی نہیں کرنی۔ تو اب جتنی ول
پاور بڑھے گی اسی مناسبت سے دلچسپی پیدا ہوجائے گی۔اور جتنی دلچسپی
ہوگی آپ دیکھئے قانون ہے یہ جتنی دلچسپی ہوگی ٹائم اسپیس نفی ہوجائے
گی۔اور جتنی بیزاری ہوگی ٹائم اسپیس آپ کے اوپر مسلط ہوجائیں گے۔مثلاً آپ
ایک ناول پڑھتے ہیںرات کو آپ نے شروع کیا۔ میں تو مجھے تو بہت ناولیں پڑھنے
کا شوق تھا ایک زمانے میں۔ میں رات کو پڑھتا تھا صبح کی اذان ہوجاتی تھی
تھکان کا یہ ہوتا تھا کبھی یوں بیٹھاہوں، کبھی مجھے پتہ ہی نہیں چلتا تھا۔
لیٹ گیا ہوں۔ کبھی تکیہ پیٹ میں دے دیا۔کبھی کھڑا ہوکر پڑھ رہا ہوںوقت کا
احساس نہیں اذان ہوگئی۔یہ سب کے ساتھ ہوتا ہے آپ تاش کھیلیںتو ساری رات
کھیلتے سارا دن کھیلتے اگلے دن بیوی کہتی ہے دفتر بھی جانا ہے سو بھی جاؤ۔
پتہ ہی نہیں چلتا۔تو جتنی دلچسپی پیداہوجائے گی میںایک زمانۂ میں معمولاً
انیس گھنٹے کام کرتا تھا۔اب تو اللہ کے فضل سے ماشاء اللہ بہت سارے عظیمی
بچے مل گئے کام سنبھال لیا۔اس زمانے میں میرا یہ روٹین تھاکہ رات کو کپڑے
اتارے اپنے لنگی ونگی باندھی گرمی میںاور میں خطوط بہت ہوتے تھے جی بہت
خط ہوتے تھے تو اب بیٹھ گیاعام طور سے فجر کی اذان ہوجاتی تھی۔عام طور
سے۔یعنی میری اتنی اس میں شغف تھاان خطوں کے جواب دینے میںبس حضور نے
یہ فرمادیا تھا کہ اگر اللہ سے ملنا ہے خدمت خلق کروتو اب خدمت خلق کااور تو
کوئی ذریعہ تھا نہیںخط ہی تھے۔ تو اس میںرونا ہی رونا ہوتا تھا۔ہنسنے کا تو خط

آج تک کسی کا نہیں آیا۔وہ ہمارے وقار صاحب ہیں انہوں نے بھائی جان ...انہوں
نے کوئی حساب کتاب لگایا کہ اب تک اٹھارہ لاکھ لوگوں کے مسائل میں نے حل
کئے ہیں۔ اٹھارہ لاکھ یہ ارمان ہی رہا کوئی یہ کہے کہ جی میں بڑا خوش
ہوں۔بڑا ہنس رہا ہوں۔آج تک تو کوئی آیا نہیں۔اب آپ میں سے کوئی جاکر
لکھ دیجئے میرا ارمان ہی پورا ہوجائے گا۔تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ جتنی
دلچسپی ہوگی اسی حساب سے ٹائم کم ہوجائیگا۔ حضرت علی کا واقعہ آپ نے
سنا ہوگا ناں کہ وہ بلّم لگ گیا تھااچھا بلّم کیسا ہوتا ہے۔ اس میں جوپھل ہوتا ہے
جواسے نکالتے ہیں تو گوشت لے کر نکلتا ہے۔پورا سوراخ کردیتا ہے۔وہ جب وہ
نکالنا چاہا تو بڑی تکلیف ہوئی ظاہر ہے۔تو وہ نماز کی نیت باندھ لی انہوں
نے ۔ وہ جناب وہ بلّم بھی ان کا نکال لیا۔ مرہم پٹی بھی ہوگئی۔ کیوں کیوں؟
دلچسپی تھی اللہ کے ساتھ ذہن لگ گیاٹائم اسپیس سے ہٹ گیا۔اچھا بس بھئی
دعا کریں یا اور کسی کو کچھ پوچھنا ہے؟

سوال: مراقبہ میں ہمارے شعور کی رفتار بڑھ گئی اور اگر ہم سو گئے تو پھر
(کم ہوگئی؟)

نہیں نہیں بالکل اگر آپ اتنا سوگئے یعنی آپ اتنا سوگئے کہ آپ کا شعور جو ہے
موٹا ہوگیاپھول گیا تو پھر وہیں آجائے گی۔ لیکن اگر آپ نے یہ پریکٹس جاری
رکھی تو یہ پھر اس میں اضافہ ہوگا۔یہ دیکھیں ناں یہ جو آپ نے روحانیت میں
سنا ہوگا کم بولو، کم کھاؤ،کم سؤو۔ تو اب کم بولناوہ بھی ایک خواب کی حالت
ہے۔ نیند میں کوئی نہیں بولتا۔اگر کوئی بولتا ہے کہتے ہیں بیمار ہے۔کم کھاؤ...
خواب میں کوئی کھاتا ہی نہیں ہے۔

the end۔